ماہنامہ

اخبار احمدیہ

جرمنی

فروری ۱۹۹۳ء

"مسجد یادگار" ربوہ کا ایک خوبصورت منظر

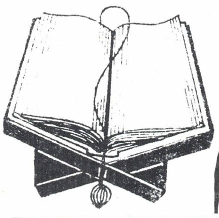

القرآن الحکیم

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوۡکِ الشَّمۡسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیۡلِ وَ قُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ ؕ اِنَّ قُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ کَانَ مَشۡہُوۡدًا ○ وَ مِنَ الَّیۡلِ فَتَہَجَّدۡ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ ٭ۖ عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا ○ (سورۃ بنی اسرائیل : آیت ۷۹، ۸۰)

تو سورج کے ڈھلنے (کے وقت) سے لے کر رات کے خوب تاریک ہو جانے (کے وقت) تک (مختلف گھڑیوں میں) نماز کو عمدگی سے ادا کیا کر اور صبح کے وقت (قرآن) کے پڑھنے کو بھی (لازم سمجھ) صبح کے وقت (قرآن) کا پڑھنا یقیناً (اللہ کے حضور میں ایک) مقبول عمل ہے۔

اور رات کو بھی تو اس (قرآن) کے ذریعہ سے کچھ سو لینے کے بعد شب بیداری کیا کر، جو تجھ پر ایک زائد انعام ہے (اس طرح پر) بالکل متوقع ہے کہ تیرا رب تجھے حمد والے مقام پر کھڑا کر دے۔

احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَہٗ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ کَانَ کَصِیَامِ الدَّھْرِ

(مسلم کتاب الصیام باب استحباب صوم ستۃ ایام من شوال ص ۴۹۱ ج ۱-۲)

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِی السُّحُوْرِ بَرَکَۃً۔

(بخاری کتاب الصوم باب برکۃ السحور ص ۲۵۷ ج ۱ ۔ ومسلم ص ۴۵۵ ج ۱-۲)

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رمضان کے روزے رکھے اس کے بعد (عید کے دن چھوڑ کر) شوال کے بھی چھ روزے رکھے اس کو اتنا ثواب ملتا ہے جیسے اس نے سال بھر کے روزے رکھے ہوں کیونکہ ایک روزے کا دس گنا ثواب ملتا ہے۔ اس طرح چھتیس روزوں کا تین سو ساٹھ گنا ثواب ملے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزے کے دنوں میں سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کھا کر روزہ رکھنے میں برکت ہے۔

خدا تعالیٰ کی نافرمانی ایک گندی موت ہے اس سے بچو (فرمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جماعت احمدیہ جرمنی کا ترجمان

ماہنامہ

اخبار احمدیہ

شعبان/رمضان ۱۴۱۳ھ ، تبلیغ ۱۳۷۲ہش ، فروری ۱۹۹۳ء

جلد نمبر ۱۸ شمارہ نمبر ۲

مجلس ادارت

صدر مجلس: عبداللہ واگس ہاوزر
امیر جماعت احمدیہ جرمنی

نگران: عبدالباسط طارق

ایڈیٹر: شمس الحق

نائبین: محمد مسیح الدین شاہد

خطاطی: سعید اللہ خان
نصر اللہ ناصر

پبلشر: فلاح الدین خان

مینیجر: محمد ارشد

نائب مینیجر: مظفر احمد چٹھہ

فہرست مضامین

۲ — اداریہ
۳ — ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام
۴ — خلفائے سلسلہ کے زرّیں ارشادات
۶ — پیشگوئی مصلح موعود
۹ — خطبہ جمعہ
۱۷ — آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم کی عائلی زندگی
۱۹ — حضرت مصلح موعودؓ اور خدمت قرآن
۲۵ — مقالہ خصوصی
۳۱ — میں احمدی کیسے ہوا
۳۵ — بوسنیا کا آنکھوں دیکھا حال

مصلح موعود نمبر

سالانہ چندہ بمعہ ڈاک خرچ
یورپ — ۲۴ مارک   امریکہ و کینیڈا — ۲۰ ڈالر
آسٹریلیا، جاپان — ۲۵ ڈالر   انڈیا، پاکستان — ۴۰۰ روپے

دفتر رابطہ: Hanauerland Str. 50, 6000 Frankfurt/M.1, Germany

قیمت : ایک مارک

اداریہ

ایک بابرکت مہینہ

الحمدللہ رمضان ۱۴۱۳ھ، تبلیغ ۱۳۷۲ ہش بمطابق فروری ۱۹۹۳ء کا ماہنامہ آپ کے آنگن کی زینت بن رہا ہے۔ اس اعتبار سے یہ ماہ اپنی ذات میں منفرد ہے کہ اسی مہینہ میں قرآن کریم کا نزول ہوا۔ اسی ماہ میں صلح حدیبیہ کے بعد ہمارے آقا و مولیٰ محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم نے دنیا کے عظیم بادشاہوں کو تبلیغی خطوط کے ذریعہ دعوت اسلام دی اور یہی وہ بابرکت مہینہ ہے جس کی ۲۰ تاریخ کو آج سے ۱۰۷ سال قبل سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہوشیارپور میں مصلح موعود رضی اللہ عنہ سے متعلق معرکۃ الآراء پیشگوئی کا اعلان فرمایا۔
رمض عربی زبان میں گرمی کو کہتے ہیں اور رمضان کے معنی دو نوعیت کی گرمی کے ہیں۔ ایک وہ جو روزہ کی ریاضت کی وجہ سے انسان کے جسم میں پیدا ہوتی ہے اور دوسری وہ جو روزہ دار کے اس للّٰہی مراقبہ کی وجہ سے خدا کی طرف سے نازل ہوتی ہے اور ان دونوں کے ملنے سے گویا گناہ جل کر خاکستر ہو جاتے ہیں اور اس پاک خاک سے ایک نیا انسان جنم لیتا ہے۔ تنویر قلوب کے لئے یہ مہینہ نعمت غیر مترقبہ ہے۔ نماز تزکیۂ نفس کرتی ہے اور روزہ تجلیٔ قلب کرتا ہے یعنی اگر روزہ کی شرائط کا خیال رکھ کے رمضان میں روزے رکھے جائیں تو کشف کے دروازے کھل جاتے ہیں اور انسان خدا کو دیکھنے لگتا ہے یعنی کامل معرفت سے احکام الٰہی بجالاتا ہے گویا وہ خدا کو اور خدا اسے دیکھ رہا ہے۔
سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارہ میں خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اس شمارہ میں اس کی کچھ جھلکیاں پیش کی گئی ہیں۔ سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تبلیغ اسلام کی ایسی دھن لگی ہوئی تھی کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی فکروں کا مرکز اور سوچوں کا تانا بانا تبلیغ تبلیغ اور محض تبلیغ کی تاروں سے بنا ہوا تھا۔ آپ کا ایک ہی ہم و غم تھا کہ دین مصطفوی زمین کے کناروں تک پھیل جائے اور اسلام کا چاروں دانگ عالم میں بول بالا ہو۔ ؎

محمود کر کے چھوڑیں گے ہم حق کو آشکار
روئے زمیں کو خواہ ہلانا پڑے ہمیں

ہمارے پیارے امام سیّدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جب سے مسند خلافت پر رونق افروز ہوئے ہیں آپ دن رات جماعت کو داعی الی اللہ بننے کی تلقین فرما رہے ہیں۔ آپ نے ۲۶۔ جولائی ۱۹۹۱ء کو انٹرنیشنل تبلیغی سیمینار یو۔کے میں بڑے درد سے جماعت کو داعی الی اللہ بننے کی تلقین فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ

"میں تم سے اپنی بیعت کی ایک قیمت مانگتا ہوں اور وہ قیمت اور معاوضہ یہ ہے کہ تم سچ مچ داعی الی اللہ بن جاؤ۔"

دُعا ہے کہ یہ ماہِ تبلیغ، رمضانِ مبارک اور فروری کا مہینہ نئی حرارتِ ایمانی اور تبلیغ کے میدان میں نئے ولولوں کا پیامبر بن کے طلوع ہو اور ہم بھی اپنی آنکھوں سے غلبۂ اسلام اور فتوحاتِ اسلامیہ کے نظارے دیکھ سکیں اور بقول شاعر پورے یقین اور وجدان سے کہہ سکیں کہ ؎

عزیز اب جہاں میں محمدؐ کا غلبہ
مسیحاؑ کے ہاتھوں نظر آ رہا ہے

ارشاداتِ عالیہ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام

حقیقی مومن اور راستباز وہی ہے جس کا نام آسمان پر مومن ہے

نماز اس وقت حقیقی نماز کہلاتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ سے سچا اور پاک تعلق ہو اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور اطاعت میں اس حد تک فنا ہو اور یہاں تک دین کو دنیا پر مقدم کر لے کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں جان تک دے دینے اور مرنے کے لئے تیار ہو جائے۔ جب یہ حالت انسان میں پیدا ہو جائے اس وقت کہا جائے گا کہ اس کی نماز نماز ہے۔ مگر جب تک یہ حقیقت انسان کے اندر پیدا نہیں ہوتی اور سچے اخلاص اور وفاداری کا نمونہ نہیں دکھلاتا اس وقت تک اُس کی نمازیں اور دوسرے اعمال بے اثر ہیں۔

بہت سی مخلوق ایسی ہے کہ لوگ ان کو مومن اور راستباز سمجھتے ہیں مگر آسمان پر اُن کا نام کافر ہے۔ اس واسطے حقیقی مومن اور راستباز وہی ہے جس کا نام آسمان پر مومن ہے۔ دنیا کی نظر میں خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ کہلاتا ہو حقیقت میں یہ بہت ہی مشکل گھاٹی ہے کہ انسان سچّا ایمان لاوے۔ اور خدا تعالیٰ کے ساتھ کامل اخلاص اور وفاداری کا نمونہ دکھلاوے۔ جب انسان سچّا ایمان لاتا ہے تو اس کے بہت سے نشانات ہو جاتے ہیں۔ قرآن شریف نے سچّے مومنوں کی جو علامات بیان کی ہیں وہ ان میں پائی جاتی ہیں۔ ان علامات میں سے ایک بڑی علامت جو حقیقی ایمان کی ہے وہ یہی ہے کہ جب انسان دُنیا کو پاؤں کے نیچے کچل کر اُس سے اس طرح الگ ہو جاتا ہے جیسے سانپ اپنی کینچلی سے باہر آجاتا ہے۔ اس طرح پر جب انسان نفسانیت کی کینچلی سے باہر آجاتا ہے تو وہ مومن ہوتا ہے اور ایمان کامل کے آثار اس میں پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا وَّ الَّذِیۡنَ ہُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ (النحل:۱۲۹) یعنی بے شک اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور جو تقویٰ سے بھی بڑھ کر کام کرتے ہیں یعنی محسنین ہوتے ہیں۔ تقویٰ کے معنے ہیں بدی کی باریک راہوں سے پرہیز کرنا۔ مگر یاد رکھو نیکی اتنی نہیں ہے کہ ایک شخص کہے کہ میں نیک ہوں اس لئے کہ میں نے کسی کا مال نہیں لیا۔ نقب زنی نہیں کی۔ چوری نہیں کرتا۔ بدنظری اور زنا نہیں کرتا۔ ایسی نیکی عارف کے نزدیک ہنسی کے قابل ہے کیونکہ اگر وہ ان بدیوں کا ارتکاب کرے اور چوری یا ڈاکہ زنی کرے تو وہ سزا پائے گا۔ پس یہ کوئی نیکی نہیں کہ جو عارف کی نگاہ میں قابلِ قدر ہو بلکہ اصلی اور حقیقی نیکی یہ ہے کہ نوعِ انسان کی خدمت کرے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں کامل صدق اور وفاداری دکھلائے اور اس کی راہ میں جان تک دے دینے کو تیار ہو۔ اسی لئے یہاں فرمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا وَّ الَّذِیۡنَ ہُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ ہے جو بدی سے پرہیز کرتے ہیں اور ساتھ ہی نیکیاں بھی کرتے ہیں۔

یہ خوب یاد رکھو کہ نرا بدی سے پرہیز کرنا کوئی خوبی کی بات نہیں جب تک اس کے ساتھ نیکیاں نہ کرے۔ بہت سے لوگ ایسے موجود ہونگے جنہوں نے کبھی زنا نہیں کیا۔ خون نہیں کیا۔ چوری نہیں کی۔ ڈاکہ نہیں مارا اور باوجود اس کے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوئی صدق و وفا کا نمونہ انہوں نے نہیں دکھایا۔ یا نوعِ انسان کی کوئی خدمت نہیں کی اور اس طرح پر کوئی نیکی نہیں کی ———— پس جاہل ہوگا وہ شخص جو ان باتوں کو پیش کر کے اُسے نیکو کاروں میں داخل کرے کیونکہ یہ تو بدچلنیاں ہیں صرف اتنے خیال سے اولیاء اللہ میں داخل نہیں ہو جاتا۔ بدچلنی کرنے والے، چوری یا خیانت کرنے والے، رشوت لینے والے کیلئے عادت اللہ میں سے کہ اُسے یہاں سزا دی جاتی ہے۔ وہ نہیں مرتا جب تک سزا نہیں پا لیتا۔ یاد رکھو کہ صرف اتنی ہی بات کا نام نیکی نہیں ہے۔ تقویٰ ادنیٰ مرتبہ ہے اس کی مثال تو ایسی ہے جیسے کسی برتن کو اچھی طرح سے صاف کیا جاوے تاکہ اس میں اعلیٰ درجہ کا لطیف کھانا ڈالا جائے۔ اب اگر کسی برتن کو خوب صاف کر کے رکھ دیا جائے لیکن اس میں کھانا نہ ڈالا جائے تو کیا اس سے پیٹ بھر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیا وہ خالی برتن طعام سے سیر کر دے گا؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح پر تقویٰ کو سمجھو۔ تقویٰ کیا ہے، نفس امّارہ کے برتن کو صاف کرنا۔

(ملفوظات جلد نمبر ۶ صفحہ ۲۴۰ تا ۲۴۳)

خلفائے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اہم اور زرّیں ارشادات

ایمان لانیوالے کی سب حاجتیں تقرّب الی اللہ کا باعث بن جاتی ہیں

ارشاد سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اللہ تعالیٰ جب انسان کو سچّے علوم عطا کرتا ہے اور اس کا ان علوم کے مطابق عمل درآمد ہو پھر اس میں قوت مقناطیسی پیدا ہو جاتی ہے اور نیکیوں کا نمونہ ہو کہ دوسروں کو اپنی طرف کھینچتا ہے یہ درجہ اس کو تب ملتا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کا وفادار بندہ ہو اور اس کی فرمانبرداری میں ایسا ثابت قدم اور مستقل مزاج ہو کہ رنج میں، راحت میں، عسر میں، یسر میں، باساء میں ضراء میں۔ غرض ہر حالت میں قدم آگے بڑھانے والا ہو اور اللہ جلّ شانہٗ کی وفاداری میں چست ہو۔ اس کو حاجتیں پیش آتی ہیں۔ مگر وہ اس کے ایمان کو ہر حال میں بڑھانے والی ہوتی ہیں کیونکہ بعض وقت حاجت پیش آتی ہے تو دعا کا دروازہ اس پر کھلتا ہے اور توجہ الی اللہ اور تضرع الی اللہ کے دروازے اس پر کھلتے ہیں اور اس طرح پر وہ حاجتیں مال وجان کی ہوں، عزّت وآبرو کی ہوں۔ غرض دنیا کی ہوں یا دین کی اس کے تقرب الی اللہ کا باعث ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ جب وہ دُعائیں کرتا ہے اور ایک سوز ورقّت اور دلگداز طبیعت سے باب اللہ پر گرتا ہے اور اس کے نتیجہ میں کامیاب ہو جاتا ہے تو باب شکر اس پر کھلتا ہے اور وہ سجداتِ شکر بجالا کر ازدیادِ نعمت کا وارث ہوتا ہے جو ثمرات شکر میں ہیں اور اگر کسی وقت بظاہر ناکامی ہوتی ہے تو پھر صبر کے دروازے اس پر کھلتے ہیں اور رضا بالقضاء کے ثمرات لینے کو تیار ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ حاجتیں جب کسی بدبخت انسان کو آتی ہیں اور وہ مالی، جانی یا اور مشکلات میں مبتلا ہوتا ہے تو یہ حاجتیں اور بھی اس کی اور مہجوری کا باعث ہو جاتی ہیں کیونکہ وہ بیقرار مضطرب ہو کر قلق کرتا اور نا امید اور مایوس ہو کر مخلوق کے دروازہ پر گرتا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ سے ایسا بیگانہ اور ناآشنا ہوتا ہے کہ ہر قسم کے فریب ودغا سے کام لینا چاہتا ہے۔ اگر کبھی کامیاب ہو جائے تو اس کو اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت کے ذکر اور اس کی حمد وستائش کا موقع نہیں ملتا بلکہ وہ اپنی کرتوتوں اور فریب ودغا اور چالبازیوں کی تعریف کرتا اور شیخی اور تکبّر میں ترقی کرتا اور اپنی حیل وتجاویز پر عُجب وناز کرتا ہے۔ اگر ناکام ہوتا ہے تو رضا بالقضاء کے بدلے اس کی مقادیر کو کوستا اور بُری نگاہ سے دیکھتا اور اپنے رب کا شکوہ کرتا ہے۔ غرض یہ حاجتیں تو سب کو ہیں اور انبیاء، اولیاء وصدیقوں اور تمام منعم علیہ گروہ کے لئے بھی مقدر ہوتی ہیں، مگر سعید الفطرت کے لئے وہ تقرب الی اللہ کا باعث ہو جاتی ہیں اور اس کو مزید انعامات کا وارث بنا دیتی ہیں۔ اور شقی مضطرب ہو کر قلق کرتا ہے اور ناکام ہو کر سخط علی اللہ کر بیٹھتا ہے کامیابی پر وہ مبتلائی الشرک ہو جاتے ہیں اور ناکامی پر مایوس۔

(خطبات نور جلد اوّل صـ ۱۳۷-۱۳۸)

دل اور زبان کی اصلاح کرنے سے اللہ تعالیٰ اعمال درست کر دیتا ہے

ارشاد سیّدنا حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

”انسان کے اعمال کا بہت سا حصّہ انسان کے دخل وقبضہ میں نہیں۔ بہت سی مجبوریوں میں گھرا ہوا ہے۔ لیکن اس کے قبضہ میں ایک چیز ہے وہ اس کا دل ہے۔ یہ اپنے دل کو صاف کرے۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرے۔ دل وہ ہے جس پر کوئی جبریہ قابو نہیں پا سکتا۔ کوئی زبردستی کسی کے دل میں داخل نہیں ہو سکتا اور نہ زبردستی کسی کے دل میں کوئی بات ڈال سکتا ہے۔ نہ مجبور کر سکتا ہے کہ جس طرح وہ جو سوچ سکتا ہے وہ نہ سوچے۔ دل کو کوئی جھکا نہیں سکتا۔ اس لئے فرمایا کہ دل تمہارے قبضہ میں ہے۔ تم اس کی اصلاح کرو کیونکہ نہ کوئی زبردستی دل پر قبضہ کر سکتا ہے نہ بُت پرستی کو دل میں داخل کرا سکتا ہے نہ باطل کے آگے جھکا سکتا ہے۔ حکومت کو اس پر قبضہ نہیں۔ طاقت کو اس پر قبضہ نہیں۔ حکومت یہ کر سکتی ہے کہ پھانسی دے دے۔ چند لوگ مل کر ایک شخص کو بُت کے آگے جھکا سکتے ہیں۔ لیکن جب اس کی گردن جھکی ہوئی ہوگی۔ اس کا دل اس کا مخالف ہوگا۔ پس پہلا فرض دل کی اصلاح ہے۔

دوسری اصلاح زبان کی ہے۔ دل کے بعد زبان پر بہت حد تک قبضہ ہوتا ہے۔ منہ پر پٹی باندھی جا سکتی ہے۔ لیکن زبردستی کوئی بات کہلائی نہیں جا سکتی اس کے لئے فرمایا کہ سچّی بات کہو۔ پہلے اس کی اصلاح کرو۔ دوسرے زبان کو قابو میں رکھو اور ہمیشہ حق بات کہو جب تم یہ باتیں کر لو گے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یُصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ۔ تمہارے اعمال کو درست کر دے گا۔

یہ وہ گُر ہے جس سے انسان اپنی قسمت آپ بنا سکتا ہے۔ یہ گُر انسان کے دینی اور دُنیاوی کاموں میں چلتا ہے کہ پہلے خود دل کی اصلاح کرے اور پھر زبان کو قبضہ میں لائے اور اس کوشش کے بعد خدا اس کے کام کو درست کر دے گا۔

(از خطبہ فرمودہ ۲۸ جنوری ۱۹۲۱ء)

کسی اور کو یہ طاقت نہیں دی گئی کہ وہ خدا کی محبت اور تمہارے درمیان حائل ہو سکے

ارشاد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ

"ہمیں یہ کہا گیا ہے کہ اگر تم خدا تعالیٰ کے وصل اور لقاء سے محروم ہو تو تم خود ذمہ دار ہو گے اور اس کا ذمہ دار نہیں ہے کیونکہ کسی اور کو یہ طاقت نہیں دی گئی کہ وہ خدا کی محبت اور تمہارے درمیان حائل ہو سکے۔ کسی کو یہ طاقت نہیں دی گئی کہ خدا تعالیٰ تم سے پیار کرنا چاہے اور وہ اس میں روک بن سکے۔ خدا تعالیٰ سے دور لے جانے والی طاقتیں جو کچھ کر سکتی ہیں وہ یہی ہے کہ تمہاری کوشش کو کمزور کر دیں لیکن یہ تمہارا فرض ہے کہ تم اپنی کوشش کو کمزور نہ ہونے دو۔ تم خدا تک پہنچنے کے لئے پورا زور لگاؤ۔ خدا کی راہ میں قربانیاں دو اور اس کے دین کی خدمت کرو۔ تم خدا کی مخلوق کے ساتھ خیر خواہی کا سلوک کرو۔ بنی نوع انسان سے ہمدردی کرو ان کی خدمت کرو۔ ان کے حقوق ان کو دو کہ یہ ایک بنیادی چیز ہے۔ اگر تم اپنی طرف سے اپنے دائرہ استعداد کے اندر انتہائی کوشش کرو گے تو دنیا کی کوئی طاقت تمہیں خدا تعالیٰ کے پیار سے محروم نہیں کر سکتی۔ پس ایک طرف بشارت بڑی عظیم ہے۔ مگر دوسری طرف ذمہ داری بھی بڑی عظیم ہے۔ ہر فرد کی اپنی ذمہ داری ہے وہ کسی دوسرے پر الزام نہیں دھر سکتا کہ فلاں کی وجہ سے اسے پیار نہیں ملا اگر اسے خدا کا پیار نہیں ملا تو اس کی اپنی کسی کوتاہی کی وجہ سے نہیں ملا۔ کیونکہ خدا کا پیار اور اس کے پیار کے درمیان جیسا کہ میں نے کہا ہے کسی اور کی طاقت ہی نہیں ہے کہ وہ کھڑا ہو جائے.... ہدایت پر اس نے خود قائم رہنا ہے۔ ساری دنیا بھی اگر خدا سے دور ہو جاتی ہے اور ایک فردِ واحد خدا کے حضور روحانی رفعتوں کو حاصل کر رہا ہے۔ تو ساری دنیا کی دوری اس کے راستے میں حائل نہیں ہو سکتی۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۳ر دسمبر ۱۹۷۷ء)

خدا تعالیٰ سے ذاتی محبت اور دوستی کا تعلق قائم کریں

ارشاد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

آپ کو اس بات کا فیصلہ کرنا پڑے گا کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ اس دنیا کا مال یا اس دنیا کا مال بھی اور آخرت کا مال بھی۔ آپ کو سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کرنا پڑے گا کیونکہ اس دنیا کے بعد بھی ایک دنیا ہے۔ قرآن مجید یہ نہیں کہتا کہ آپ اس دنیا کو کلیۃً چھوڑ دیں بلکہ خدا تعالیٰ مادی اور روحانی اموال میں ایک توازن قائم کرنا چاہتا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اگر تم روحانی اموال کو حاصل کرنے کی سچے دل سے کوشش کرو گے تو دنیاوی اموال تمہارے پیچھے آئیں گے۔

آپ خدا تعالیٰ کے دوست بن جائیں، اولیاء اللہ بن جائیں۔ جب آپ کسی کو دوست بناتے ہیں تو کیا آپ اس کو کسی چیز کا آدھا حصہ دیں گے؟ ایسا دوست جس کے ساتھ آپ کو محبت ہے اس کو پورا حصہ دیں، وہ نہ صرف پورے کا پورا آپ کو لوٹا دے گا بلکہ اس سے بھی زیادہ اور آپ کو عطا کرے گا۔

احمدیوں کو خدا تعالیٰ کے ساتھ مضبوط اور مکمل تعلق پیدا کرنا چاہیئے۔ اپنے آپ کو خدا کا دوست بنائیں، نہ صرف اپنے آپ کو بلکہ اپنے بچوں کو بھی تلقین کریں کہ وہ خدا کے ساتھ دوستی کا تعلق قائم کریں۔ ان کو روزانہ بتائیں کہ خدا ہی سب کچھ ہے اس سے تعلق پیدا کرو۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

جوتے کا تسمہ بھی چاہیئے تو وہ بھی خدا سے مانگو

جب بھی کسی شئے کی ضرورت ہو تو خداوند کریم سے مانگو۔ ہر وقت خدا تعالیٰ کے بارہ میں سوچو۔ اس طرح ایک رجحان پیدا ہو جائے گا، پھر آپ کو خیال آئے گا کہ مانگ تو رہا ہوں لیکن میں خدا کو کیا دے رہا ہوں۔ فرمایا۔ محبت ہی ایک ایسا جذبہ ہے جو راستے بھی دکھاتا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ سے محبت ذاتی نہیں تو پھر آپ ہر وقت دنیاوی باتوں سے ڈرتے رہیں گے۔ احمدیوں کو خدا تعالیٰ سے محبت پیدا کرنی ہوگی کیونکہ اس محبت کے نتیجہ میں ہی خدا تعالیٰ کے فضل آپ کے اوپر نازل ہوں گے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳ر اکتوبر ۱۹۸۶ء)

پیشگوئی مصلح موعودؑ کے الہامی الفاظ

"خدائے رحیم وکریم بزرگ و برتر نے جو ہر یک چیز پر قادر ہے (جلّ شانہٗ وعزّ اسمہٗ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کرکے فرمایا کہ:
میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اُسی کے موافق جو تُو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دُعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایۂ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے، فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے، اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰؐ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھُلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا، ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذرّیت و نسل ہوگا۔

خوبصورت اور پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے، اُس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔

اس کے ساتھ فضل ہے جو اُس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت وغیوری نے اسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا اور دل کا حلیم، اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا، اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ مظہر الاول والآخر۔ مظہر الحق والعلاء۔ کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اُس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی تب اپنے نفسی نقطۂ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا وکان امراً مقضیاً"

(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی

صداقت اسلام کے ایک عظیم نشان کا ظہور

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے وجود میں پیشگوئی مصلح موعود پوری ہوئی

ایک موعود بیٹے کی بشارت

منظوم کلام حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

خُدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد — بشارت تُو نے دی اور پھر یہ اولاد
کہا ہرگز نہیں ہوں گے یہ برباد — بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد
خبر مجھ کو یہ تُو نے بارہا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِی

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا — جو ہو گا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دُور اُس مہ سے اندھیرا — دکھاؤں گا کہ اِک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اِک دل کی غذا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِی

منظوم کلام سیّدنا حضرت مرزا بشیر الدّین محمود احمد ـ "المصلح الموعود"

خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

دستِ اسلام کو درازی بخش

دستِ کوتاہ کو پھر درازی بخش
خاکساروں کو سرفرازی بخش

جیت لُوں تیرے واسطے سب دل
وہ ادا ہائے جاں نوازی بخش

پانی کر دے علومِ قرآں کو
گاؤں گاؤں میں ایک رازی بخش

رُوح فاقوں سے ہو رہی ہے نڈھال
ہم کو پھر نعمتِ حجازی بخش

بُتِ مغرب ہے ناز پر مائل
اپنے بندوں کو بے نیازی بخش

جھوٹ کو چاروں شانے چت کر دیں
مومنوں کو وہ راستبازی بخش

رُوحِ اقدام و دُوربین نگاہ
قلبِ شیر و نگاہِ بازی بخش

پائے اقدس کو چوم لُوں بڑھ کر
مجھ کو تُو ایسی پاکبازی بخش

سرگرانی میں عُمر گذری ہے
سَروری بخش سَرفرازی بخش

کُفر کی چیرہ دستیوں کو مِٹا
دستِ اسلام کو درازی بخش

سیّد الانبیاء کی اُمّت کو
جو ہوں غازی بھی وہ نمازی بخش

ہوں جہاں گرد ہم میں پھر پیدا
سِندباد اور پھر جہازی بخش

میرے محمود بن مرا محمود
مجھ کو تُو سیرتِ ایازی بخش

خطبہ جمعہ

بابری مسجد کی شہادت سے احمدیوں کے دلوں پر سخت چوٹ لگی ہے

ان تمام ابتلاؤں اور آزمائشوں میں یقیناً خدا تعالیٰ کا کوئی پیغام ہے

صرف مسلمانوں کے دُکھوں پر دُکھی نہ ہوں بلکہ ہر مذہب والے کی تکلیف پر دُکھ محسوس کریں

سچا مسلمان وہی ہے جو رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا غلام ہے

گذشتہ چند سالوں میں جماعت احمدیہ کی پاکستان میں ۱۰ مساجد منہدم کی گئیں

فرمودہ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بمقام مسجد فضل لندن بتاریخ ۱۱ دسمبر ۱۹۹۲ء مطابق ۱۱ فتح ۱۳۷۱ ہش

مرتبہ:- مکرم منیر احمد صاحب جاوید، لندن

تشہد و تعوّذ اور سورۃ الفاتحہ کے بعد حضور ایدہ اللہ نے سورۃ البقرہ کی آیات ذیل کی تلاوت فرمائی۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○ (سورۃ البقرہ: آیت ۱۱۵، ۱۱۶)

بعدہٗ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

یہ دورِ عالم اسلام کے لئے بہت ہی دردناک دور ہے اور مسلمانوں پر بہت کڑے دن گزر رہے ہیں۔ لمبا عرصہ ہو گیا کہ مصیبتوں ابتلاؤں کا جو ایک سلسلہ جاری ہوا ہے وہ ختم ہونے میں ہی نہیں آتا۔ ایک ابتلاء کے بعد دوسرا سر اٹھا لیتا ہے۔ ان تمام ابتلاؤں اور آزمائشوں میں یقیناً خدا تعالیٰ کا کوئی پیغام ہے جسے سننے سے بعض کان بہرے ہیں اور جسے پڑھنے سے بعض آنکھیں اندھی ہیں اور اس لائق نہیں کہ تقدیر کی تحریریں پڑھ سکیں۔ کوئی وجہ نہیں کہ خدا تعالیٰ مسلمانوں کو ایسے ابتلاء میں ڈالے جس ابتلاء کے نتیجہ میں دنیا سے ان کی ساکھ اٹھتی چلی جائے اور وہ دن بدن مظالم کا نشانہ بنتے چلے جائیں اور کوئی ان کا پُرسانِ حال نہ ہو۔

دو قسم کے ابتلاء

قرآن کریم نے دو قسم کے ابتلاؤں کا ذکر فرمایا ہے۔ ایک وہ ابتلاء ہے جو حسن ابتلاء یعنی اچھا ابتلاء ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو اچھے ابتلاؤں میں ڈالتا ہے۔ اچھے ابتلاء کی تعریف یہ ہے کہ جب مومن اُس ابتلاء سے گزرتا ہے تو پہلے سے زیادہ صحتمند ہو کر نکلتا ہے۔ اُس کے بہت سے بوجھ اُتر چکے ہوتے ہیں۔ اس میں توانائی کی نئی قوتیں پیدا ہو چکی ہوتی ہیں۔ وہ اس پہلو سے بھی نشوونما دکھاتا ہے جس پہلو سے وہ پہلے نشوونما سے عاری ہو چکا تھا۔ غرضیکہ نئی نامیاتی طاقتیں اُس کے اندر پیدا ہو جاتی ہیں اور وہ بڑھنے کی نئی قوتوں سے آشنا ہو جاتا ہے۔ ہر ابتلاء کے بعد جو حسن ابتلاء کہلا سکتا ہے آپ دیکھیں گے کہ ہمیشہ الٰہی جماعتیں پہلے سے بہت زیادہ بڑھتی اور بڑھنے کی نئی نئی صلاحیتیں حاصل کرتی ہیں۔ صرف پہلی صلاحیتوں کو ہی نمو نہیں ملتی بلکہ نئے نئے مواقع اُن کو میسر آتے اور ان میں نئی صلاحیتیں پیدا ہوتی چلی جاتی ہیں۔ ایک دوسرا ابتلاء ہے جس میں کافر کو مبتلا کیا جاتا ہے۔ اس ابتلاء کے نقشے قرآن کریم نے جا بجا کھینچے ہیں اور اُن سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ابتلاء اُن لوگوں کے چہروں کی رونقیں چھین لیتے ہیں جن پر یہ ابتلاء وارد ہوتے ہیں۔ بعض اوقات اُن کو بھوک کے اور تنگی کے اور فلاکت کے لباس پہنائے جاتے ہیں۔ بعض دفعہ وہ اپنے مظالم کی چکّی میں پیسے جاتے ہیں اور کوئی ان کا مددگار نہیں ہوتا۔ دن بدن

ان کی طاقت کمزور ہوتی چلی جاتی ہے اور ان کا رعب باطل ہوتا چلا جاتا ہے

یہ ابتلاء ضروری نہیں کہ صرف کافروں کے لئے ہوں بلکہ بعض دفعہ یہ تنبیہہ کے ابتلاء بھی ہوتے ہیں۔ ایک انتباہ ہے اور خدا کی انگلی کا ایک اشارہ ہے کہ دیکھو تمہاری آخری منزل یہ ہے۔ اگر تم نہیں سنبھلو گے، اپنے اخلاق درست نہیں کرو گے اور ان ہدایات پر جو میں نے تمہیں دی ہیں عمل پیرا نہیں ہو گے تو اس بدانجام کے لئے تیار ہو جاؤ۔

ابتلاؤں میں پوشیدہ فوائد

اس معاملے پر غور کرتے ہوئے مجھے سمجھ آئی کہ قرآن کریم کا ہر ابتلاء دراصل ان معنوں میں فائدے کا ہی ابتلاء ہے کیونکہ اس ابتلاء میں تنبیہہ پائی جاتی ہے۔ مومن کے ابتلاء میں دوسرے مومنوں کے لئے ایک نصیحت ہے کہ خدا کی خاطر تنگ ہونے والے، دقتیں اٹھانے والے کبھی ضائع نہیں جاتے۔ وہ ہمیشہ پہلے سے بڑھ کر ترقی کرتے ہیں۔ ہر دکھ کے پیچھے خوشیاں ان کا انتظار کرتی ہیں اور باقی مومن جب اس ابتلاء کو دیکھتے ہیں تو ان کے حوصلے بڑھتے ہیں۔ وہ پہلے سے بڑھ کر اپنے آپ کو ابتلاؤں کے لئے تیار ہی نہیں بلکہ آمادہ پاتے ہیں۔ اس کے بالمقابل کافروں کو بھی جو ابتلاء ملتے ہیں اور جو بعض دفعہ ان کو بالآخر صفحہ ہستی سے مٹا دیتے ہیں اور بعض دفعہ بہت بدحال میں چھوڑ دیتے ہیں، ان کے اندر بھی خیر کا پہلو ضرور ہے اور قرآن کریم نے اس خیر کا ذکر فرمایا ہے کہ ہم بار بار یہ اس لئے کرتے ہیں کہ شاید ان میں سے کوئی صاحب عقل ایسے ہوں جن کو بات سمجھ آجائے۔ شاید کچھ خوابیدہ لوگ بیدار ہو جائیں اور ساری قوم کو نہ سہی کچھ کو تو یہ ابتلاء فائدہ پہنچا دیں اور وہ بھٹکے ہوؤں کو خدا کے رستے پر واپس لے آئیں امر واقعہ یہ ہے کہ ایسے ابتلاؤں میں محض شر ہی نہیں جو کافروں کے لئے مقدر ہو خیر کے پہلو بھی ہیں اور بہت سے ہیں (تاہم بہت زیادہ نہیں) جو ان ابتلاؤں سے فائدہ اٹھا کر نصیحت پکڑتے اور سچائی کی طرف لوٹ آتے ہیں۔ تو یہ دراصل دو قسم کے ہیں۔ اگر ان الٰہی جماعتوں کو ابتلاء در پیش ہوں جو بنیادی طور پر سچی ہیں لیکن فاسق ہو چکی ہیں اور خدا کے رستے سے ہٹ چکی ہیں تو ان ابتلاؤں میں سزا کا پہلو زیادہ اور نشوونما کا کم دکھائی دیتا ہے لیکن تنبیہہ کا پہلو بہر حال موجود ہے اور نصیحت کا پہلو بھی موجود ہے۔ وہ لوگ جو خدا سے تعلق کاٹ لیتے ہیں ان کے ابتلاء میں سزا کا پہلو بہت نمایاں ہوتا ہے اور نصیحت کا پہلو کم دکھائی دیتا ہے اور وہ لوگ جو خدا کے خاص بندے ہیں، خدا کی پیاری قوم میں ان پر جب ابتلاء آتے ہیں تو ان میں خیر کا پہلو نمایاں ہوتا ہے لیکن کچھ شر کا پہلو بھی موجود رہتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ جب حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور آپ کے غلاموں پر ابتلاء کے دور آئے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کی بہت بڑی تعداد ایسی تھی جو ثابت قدم رہے اور پہلے سے بڑھ کر بہتر حال میں وہ ابتلاؤں سے باہر نکلے اور سراپا خدا کی رضا پر ابتلاؤں کے دوران بھی راضی رہے۔ لیکن کچھ کمزور ایسے بھی تھے جو اس ابتلاء کو برداشت نہ کر کے سوکھے ہوئے پتوں کی طرح جھڑ گئے اور وہ ہمیشہ کے لئے ایمان بھی کھو بیٹھے دنیا بھی جاتی رہی اور آخرت بھی جاتی رہی۔ جب آپ ابتلاء کے مضمون پر اس طرح غور کریں تو در حقیقت معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی چیز ہے جو مختلف رستوں سے گزرتے ہوئے مختلف کیفیت اختیار کرتی چلی جاتی ہے اور دور بے قائم ہوتے چلے جاتے ہیں۔ پس ابتلاء کی بنیاد وہی خدا کی رحمت ہے جو ابتلاء لے کر آتی ہے۔ اس رحمت سے فائدہ اٹھانے والے اولین بہت زیادہ فائدہ اٹھاتے ہیں اور کم ہیں جو نقصان اٹھاتے ہیں۔ پھر ان لوگوں کی منزل آتی ہے کہ جب ابتلاء ان کے دور میں سے گزرتا ہے تو وہ نیم دروں نیم بروں کیفیت کے لوگ ہیں۔ دین سے تعلق بھی ہے اور پھر دوری بھی ہے۔ خدا کو مانتے بھی ہیں اور فسق و فجور بھی ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے یہ ابتلاء بہت بڑی نصیحت کا پیغام لاتے ہیں اور بسا اوقات یہ سوئے ہوئے بیدار ہو جاتے ہیں اور پھر سچائی کی طرف لوٹ آتے ہیں اور ابتلاء کا تیسرا درجہ وہ ہے جو مقاصد تو یہی رکھتا ہے لیکن ایسے بدنصیبوں پر آتا ہے جن کو ابتلاؤں سے فائدہ اٹھانے کی صلاحیت نہیں رہتی۔ اپنے دلوں میں اتنے ٹیڑھے ہو چکے ہوتے ہیں اور اپنے دماغوں میں اتنے بند ہو جاتے ہیں کہ پھر ابتلاء اکثر اوقات ان کے لئے ہلاکت کے مناظر پیچھے چھوڑ جاتا ہے۔ قرآن کریم کے مطابق ایسے شاذ ہی ہیں جو نصیحت پکڑتے ہیں۔

عالم اسلام اور موجودہ ابتلاء

اس اصولی تعلیم اور خدا کی اس تقدیر کو پیش نظر رکھتے ہوئے جب ہم مسلمانوں کے ابتلاؤں کی موجودہ حالت پر غور کرتے ہیں تو یقیناً خدا کی کسی ناراضگی کا ہاتھ تو صاف دکھائی دینے لگتا ہے۔ یہ ویسا ابتلاء تو بہر حال نہیں یا ویسے ابتلاؤں کا دور تو بہر حال نہیں جو اولین کی تاریخ میں ہم نے دیکھا۔ حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور آپ کے غلاموں پر ابتلاؤں کے جو دور آئے تھے ان کی صورتیں تو ان ابتلاؤں سے بالکل مختلف تھیں۔ سرسری نظر سے دیکھو تو کوئی بھی قدر مشترک دکھائی نہیں دیتی۔ غور سے دیکھو تو پھر معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی خیر کا ہاتھ ان ابتلاؤں میں بھی کار فرما ہے لیکن فائدہ اٹھانے والے کم ہیں۔ انہوں نے خیر کے پہلو کو ڈھانپ لیا ہے اور وہ دکھائی نہیں دیتا کیونکہ بدوں نے اپنی بدی کے نتیجہ میں خیر کے پہلو کو دھندلا اور گدلا کر دیا ہے۔ یہ وہ صورت ہے جو آج ظاہر ہو رہی ہے ورنہ ناممکن ہے کہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی قوم ایسے مصائب کا شکار ہوتی۔ اب اجودھیا کی مسجد سے متعلق کچھ عرصے سے جو خبریں آ رہی ہیں ان کے نتیجہ میں دنیا کے کسی کونے میں کسی بھی فرقے سے تعلق رکھنے والا مسلمان ہی کیوں نہ ہو ہر ایک کا دل خون ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ خدا کی مدد کیوں نہیں آرہی؟ کیوں اللہ تعالیٰ اس ابتلاء کے نتیجہ میں مسلمانوں کی ساکھ کمزور ہونے دے رہا ہے اور دنیا کے سامنے ان کو بالکل بے بس اور نہتہ کر کے دکھا رہا ہے؟ اس بات پر غور کرتے ہوئے آپ کو سچائی اور تقویٰ کے ساتھ صورتحال کا تجزیہ کرنا ہوگا۔

خدا کی تقدیر کا دستور!

جہاں تک بابری مسجد کے منہدم کرنے کا تعلق ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ خدا کے گھر کو منہدم کر کے شرک کی آماجگاہ بنا دینا ایک بہت بڑا ظلم ہے لیکن خدا کی تقدیر بعض دفعہ اس ظلم کو اس لئے ہونے دیتی اور برداشت کرتی ہے کہ اس دور کے لوگ اس بات کے اہل نہیں کہ خدا کی تقدیر ان کے

حق میں اٹھ کھڑی ہو اور ان کے حق میں غیر معمولی کرشمے دکھائے۔ خدا کی عبادت کا سب سے معزز گھر وہ ہے جس کو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے از سرِ نو اپنے ہاتھوں سے کھڑا کیا اور دوبارہ اس کو ایک عبادتگاہ کی صورت میں اپنی محنت سے از سرِ نو مکمل کیا یعنی تھا تو پہلے ہی لیکن منہدم ہو چکا تھا، گر گیا تھا اور تعمیرِ نو چاہتا تھا۔ پس وہ تعمیرِ نو خدا کے ایک برگزیدہ نبی اور اُس کے ایک برگزیدہ نبی بیٹے نے مل کر کی تھی۔ وہ توحید کا مرکز تھا اور اس غرض سے قائم کیا گیا کہ تمام دنیا کو توحید کا پیغام پہنچائے لیکن آپ جانتے ہیں کہ کتنے سو سال تک وہ شرک کی آماجگاہ بنا رہا۔ کتنے بُت تھے جو اس میں رکھے گئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ہر دن کے لئے ایک الگ بُت وہاں نصب کیا گیا تھا یعنی سال میں جتنے دن ہیں اتنے ہی انواع و اقسام کے بُت وہاں گاڑ دیئے گئے تھے اور توحید کا مرکز شرک کا سب سے بڑا مرکز بنا دیا گیا تھا اور اس بات پر سینکڑوں سال گزر گئے اور بظاہر خدا کی غیرت جوش میں نہیں آئی اور بظاہر کوئی ایسی چیز دکھائی نہیں دیتی جس کے نتیجہ میں ہم سمجھتے ہوں کہ خدا تعالیٰ نے دوبارہ خدائے واحد و یگانہ کی عبادت کے اس گھر کو عبادت کرنے والوں کے سپرد کر دیا ہو اور بتوں کو باہر نکال پھینکا ہو۔ آگے بڑھتے ہیں تو حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم کا انقلاب آفریں دور آتا ہے جو قرآن کی اصطلاح میں ساعۃ تھی، ایک قیامت تھی جو برپا ہو گئی۔ صدیوں کے مُردے زندہ کئے گئے۔ بہت تھے جو موت کے جنگل میں تھے ان کو موت کے جنگل سے رہائی بخشی گئی۔ ایک عظیم روحانی انقلاب برپا ہوا جب مُوحّد پیدا ہوئے تو باوجود اس کے کہ مشرکین کو غیر معمولی طاقت اور غیر معمولی غلبہ نصیب تھا ان کی طاقت اور غلبوں کے جال توڑ دیئے گئے۔ ان کا کچھ بھی باقی نہیں چھوڑا گیا اور اس گھر کو جو خدا کی وحدت اور توحید کا گھر تھا، جو توحید کا عالمی نشان تھا اور خدا کی عبادت کی خاطر قائم کیا گیا تھا اُن بندوں کے سپرد کیا گیا جو مؤحّد تھے جو توحید کا حق ادا کرنا جانتے تھے۔ جو عبادت کی خاطر پیدا کئے گئے تھے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم نے عبادت کی خاطر خود ان کی پرورش فرمائی اور تربیت دی۔ پس جب وہ مؤحّدین جو اس گھر کے لائق تھے دنیا میں آ گئے تو اس گھر کو غیر اللہ سے آزاد کرا دیا گیا۔ اس میں بہت گہرا سبق ہے کہ ظاہری چیزوں کا ایک مرتبہ اور مقام اس لئے بنتا ہے کہ کچھ نیک لوگ اور پاک بندے اُن سے وابستہ ہوتے ہیں تو وہ جگہیں مقدس کہلاتی ہیں۔ کچھ بد اور گندے لوگ اُن سے وابستہ ہوتے ہیں تو وہ چیزیں پلید کہلاتی ہیں۔ اس لئے درحقیقت ظاہری اینٹ، پتھر اور مقام میں نہ کوئی تقدس ہے نہ کوئی اس میں ذلّت اور تذلیل ہے۔ امرِ واقعہ یہ ہے کہ پاکیزگی اور خباثت یہ دو چیزیں انسانوں کے ساتھ وابستہ ہیں۔ انہی کے دلوں کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ جب تک پاک دل پیدا نہ ہوں اس وقت تک ان ظاہری مقامات کا تقدس اُن کو لوٹایا نہیں جاتا اور اس عرصے میں ان مقامات پر جو کچھ بھی ہو خدا غیّور ہے اور مستغنی ہے۔ غیور اور مستغنی دو صفات مل کر جو جلوہ دکھاتی ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ خدا ان باتوں کی کچھ بھی پروا نہیں کرتا۔ وہ توحید کی غیرت رکھتا ہے لیکن توحید کی غیرت رکھنے والے جب تک دنیا میں پیدا نہ ہوں اس وقت تک مقام توحید ان کی طرف واپس نہیں لوٹایا جاتا۔ پس خدا صبر کرنے والا بھی ہے۔ خدا نے اپنے سب سے مقدس گھر کو کتنا لمبا عرصہ شیطان کے ہاتھ میں رسوا ہوتے ہوئے دیکھا لیکن کوئی پرواہ نہیں کی لیکن جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم اور آپؐ کے ساتھی پیدا ہوئے تو کس شان کے ساتھ غیر اللہ کو اٹھا کر باہر پھینک دیا اور شیطان اور اُس کے ساتھیوں کا کچھ بھی وہاں باقی نہیں چھوڑا۔

یہی مضمون ہے جو دوسرے بیت المقدس کے متعلق بھی اسی طرح صادق آتا ہے وہ بیت المقدس جو فلسطین میں واقع ہے اور جو خانہ کعبہ کے بعد دوسرا ایسا مقام ہے جو عبادت کرنے والوں کی نگاہ میں سب سے زیادہ عزیز ہے اس کے متعلق بھی قرآن کریم کی یہی پیشگوئی ہے کہ ہم نے یہ لکھ چھوڑا ہے کہ ہم یہ گھر اپنے عبادت کرنے والوں کو واپس کریں گے۔ جب تک عباد اللہ المخلصین پیدا نہیں ہوں گے اس وقت تک خدا کو کچھ بھی پرواہ نہیں کہ یہ کن لوگوں کے ہاتھوں میں رہتا ہے تو دیکھئے ایک ہی خدا ہے اور اس کا ایک ہی کلام یعنی قرآن کریم ہے۔ اس کی مختلف آیات مختلف مواقع پر نازل ہوتی ہیں اور بظاہر مختلف مضامین سے تعلق رکھتی ہیں لیکن بنیادی طور پر کس طرح ایک دوسرے کے ساتھ منسلک ہیں اور ایک ہی اصول پر مبنی ہیں اور ایک ہی اصول کے متعلق بنی نوع انسان کو پیغام دے رہی ہیں۔ بظاہر مختلف جہتوں سے وہ پیغام آ رہے ہیں مگر پیغام فی ذاتہٖ ایک ہی ہیں۔ جب عبادت کرنے والے پیدا ہوں گے تو ممکن نہیں کہ غیر اللہ کا مساجد اور عبادتگاہوں پر قبضہ رہے۔ اگر سچی عبادت کرنے والے نہیں ہوں گے یا خدا سے تعلق بگڑ چکے ہوں گے تو پھر خدا کی غیرت اُن کے لئے کوئی جوش نہیں دکھائے گی۔ اس کی طرف عالم اسلام کو توجہ اور فکر کرنی چاہیئے اور اپنے ردّ عمل کا جائزہ لینا چاہیئے اور یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ کس حد تک انہوں نے خدا کی خاطر ایسا کیا۔ کس حد تک قومی دشمنیوں اور دیرینہ عداوتوں کے نتیجہ میں ایسا کیا گیا۔ اگر خدا کے گھر کی محبت کے نتیجہ میں کوئی ردِّ عمل دکھایا جائے اور ردّ عمل دکھانے والا واقعۃً مخلص اور خدا کی محبت میں سرشار ہو تو خدا کی تقدیر اس کے لئے اس کی حمایت میں ضرور کھڑی ہوگی۔ ناممکن ہے کہ اُسے پشت پناہی کے بغیر خالی چھوڑ دیا جائے لیکن اس وقت جو نظارہ دکھائی دے رہا ہے وہ ایسا ہی ہے جیسے مسلمانوں کا کوئی یار و مددگار نہیں رہا حالانکہ قرآن کریم فرماتا ہے کہ مسلمان اور غیر مسلم میں بنیادی فرق یہ ہے کہ غیروں کا کوئی مولیٰ نہیں ہے لیکن مومنین کا مولیٰ ہے۔ جو خدا کے ہیں ان کا ایک والی، ان کا ایک مددگار، ان کا ایک نصیر موجود ہے۔ بے سہارا لوگوں کے حالات اور ہوا کرتے ہیں۔ سہارے والوں کے اور ہوا کرتے ہیں اور وہ جن کی پُشت پر خدا کھڑا ہو کیسے ممکن ہے کہ اُن کے حالات بے سہاروں والے ہو جائیں۔ پس بنیادی فکر کا پیغام یہ ہے کہ کیا خدا ہماری پُشت پر نہیں رہا یعنی عالم اسلام کو اس بات پر غور کرنا چاہیئے اگر نہیں رہا تو کیوں نہیں رہا وہ خدا تو بے وفائی کرنے والا خدا نہیں ہے۔ یقیناً ہم نے ہی بے وفائی کی ہے۔ پس مرض کو پکڑے بغیر جتنے چاہیں ہاتھ پاؤں ماریں، دنیا کے جس طبیب سے چاہیں علاج کروا بیٹھیں آپ کو ہرگز فائدہ نہیں پہنچے گا۔ مرض کہیں اور واقع ہے علاج کہیں اور ہو رہا ہے۔ ردّ عمل خالصتہً خدا کی خاطر نہیں ہے۔ اگر ردِّ عمل خدا کی خاطر ہوتے تو ہندوستان میں اگر مسلمانوں کو آگ میں زندہ جلایا گیا تو پاکستان میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ہونا چاہیئے تھا کہ کسی ہندو کو زندہ آگ میں جلایا جاتا۔

کیا دوسروں کے ظلم کے نتیجے میں مسلمان خود بھی ظلم کرنا شروع کر دیں؟

جو بد نمونے ان لوگوں نے دکھائے اسلام کی تعلیم مسلمان کو اس بات کی اجازت ہی نہیں دیتی کہ وہ بدنمونے تم اپنی جگہ دکھاؤ۔ قرآن کی تعلیم بالکل واضح اور کھلی کھلی ہے اور انصاف پر مبنی ایسی عظیم الشان تعلیم ہے کہ اس کی کوئی مثال دنیا کی کسی اور کتاب میں دکھائی نہیں دیتی۔ انتقام کی اجازت تو ہے مگر اُن لوگوں سے جن لوگوں نے وہ جرم کیا ہو۔ وہ لوگ جو اُس جرم میں ملوث نہیں ہیں اُن سے ظالموں کے ظلم کا انتقام لینا ایک نیا ظلم ہے۔ اسے انتقامی کارروائی نہیں کہا جاتا۔ پس اگر کوئی کسی مسلمان کو آگ میں ڈالتا ہے یا ہندو یا سکھ یا عیسائی کو آگ میں ڈالتا ہے تو اُس حد تک اُس سے انتقام لینا جائز ہے کہ اس ظالم کو پکڑ کر آگ میں پھینکا جائے اور اسی طرح اس کو موت کی سزا دی جائے جس طرح اُس نے ایک مظلوم انسان کو ناحق موت کے منہ میں جھونکا تھا لیکن اس کی جگہ کسی اور مقام پر کسی اور معصوم کو پکڑ کر اُس سے وہی سلوک کیا جائے یہ تو کسی قیمت پر اور پہلو سے بھی جائز فعل قرار نہیں دیا جا سکتا۔ قرآن اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم کا اسوہ حسنہ اس کی مذمت فرماتا ہے۔ کبھی بھی حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم نے ایک ظالم اور خبیث کا بدلہ کسی اور معصوم سے نہیں لیا۔ پھر اسلام تو عبادتگاہوں کے تقدس کی حفاظت کرتا ہے۔ ظلم کی حد ہے کہ ایک جگہ اگر بعض مساجد جلائی گئیں تو دوسری جگہ ان کی عبادتگاہیں مسمار کر دی گئیں۔ اس کا نتیجہ کیا نکلا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جن جگہوں پر ایک یا دو مسجدیں منہدم ہوئی تھیں (یعنی ہندوستان میں) جب مسلمانوں نے مندر جلانے کا ردّ عمل دکھایا تو بیسیوں اور مساجد اُس کے نتیجہ میں منہدم کر دی گئیں۔ یہ ایک موٹی عقل سے تعلق رکھنے والی بات ہے اور عقل کا تقاضا ہے کہ انسان صورتحال کا جائزہ کر ایسا انتقام نہ لے جس سے اس کے مظلوم بھائی اور بھی مصیبتوں میں مبتلا ہو جائیں۔ جس خدا کے گھر کے تقدس کی خاطر وہ کوئی اقدام کرتا ہے تو ایسی جوابی کارروائی ہونی چاہئے کہ اور بھی کثرت سے خدا کے گھر منہدم کروائے جائیں۔

پس یہ ایک جاہلانہ فعل ہے اگر عالم اسلام یہ ردّ عمل دکھاتا اور ان کو کہتا کہ تم اگر انسان نہیں ہو تو ہم تو انسان ہیں۔ تمہاری تربیت بتوں نے کی ہے۔ (اگر کوئی بُت ہیں) لیکن ہماری خدائے وحدہ لاشریک نے تربیت کی ہے۔ ہماری محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم نے تربیت کی ہے۔ ہم ان بدبختیوں میں مبتلا نہیں ہو سکتے جن میں تم ہو رہے ہو۔ اگر خدا ہمیں طاقت دے تو ہم ظالم سے اس کے ظلم کا بدلہ لے سکتے ہیں مگر جاہلانہ طور پر یہ نہیں کہ جرم کوئی کرے اور اس کی سزا کسی اور کو دی جائے اس کی ہمارا مذہب اجازت نہیں دیتا۔ اگر یہ اقدام کرتے اور ان کی عبادتگاہوں کی حفاظت کرتے، خواہ وہ کسی قسم کی عبادتگاہیں ہوں تو یقیناً اللہ کی نصرت ان کی تائید میں ظاہر ہوتی۔ آج جو مظالم ہوئے ہیں اُن کا عشر عشیر بھی ظاہر نہ ہوتا۔

امر واقعہ یہ ہے کہ جو ہندو انتہا پسند ہے اس نے عمداً اس نیّت سے یہ شرارت کی تھی کہ سارے ملک میں اس طرح آگ لگ جائے۔ اور اس کے نتیجہ میں مسلمانوں کا ردّ عمل ہو۔ پھر ہم ہندوؤں کو اور بھڑکائیں اور وہ حالات پیدا کر دیں کہ جس طرح ہمارا دعویٰ ہے ہندوستان صرف ہندوؤں کے لئے ہے مسلمانوں کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ نعرہ لے کر ہم اس آگ کو پھیلاتے رہیں اور بھڑکاتے رہیں اور مسلمان مظلوموں کو اس میں جھونکتے رہیں۔ یہ ان کا کھلا دعویٰ تھا۔ آج بھی ہے اور جب تک خدا کی تقدیر اُن کو سزا نہیں دیتی کل بھی یہی رہے گا۔ اس دعویٰ کی تائید میں باہر بعض ایسی ظالمانہ کارروائیاں کی گئی ہیں جو انتقامی کارروائیاں نہیں بلکہ ہندوستان کے نہتّے مظلوم مسلمانوں پر مزید ظلم کرنے کے مترادف ہیں۔ پس ان کارروائیوں میں نہ ایمان کا نور ہے نہ عقل کی روشنی ہے۔ محض جاہلانہ کارروائیاں ہیں جنہوں نے ویسے بھی اسلام اور اسلام کی مخالفانہ طاقتوں کو ایک دوسرے کے ساتھ مبہم کر کے دکھا دیا ہے۔ اب خبروں والے کہتے ہیں کہ وہاں بمبئی میں اتنے بچے جلائے گئے۔ اور کوئٹہ میں اتنے بچے جلائے گئے۔ ہندوستان میں اتنی مساجد منہدم کی گئیں اور پاکستان میں اتنے مندر منہدم کئے گئے۔ تعداد کا فرق رہا۔ جرم کی نوعیت میں تو کوئی فرق نہیں۔ غیر انسانی حرکتوں میں تو کوئی فرق نہیں رہا۔ پس وہ لوگ جنہوں نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم کے دین کو غیر اللہ کے دین سے اس طرح متشابہ کر کے دکھایا ہے انہوں نے بڑا بھاری ظلم کیا ہے۔ اگر وہ سچے استغفار سے کام نہ لیں اور توبہ نہ کریں تو خدا کی تائید تو در کنار اُن کو یہ خوف دامنگیر ہونا چاہئے کہ خدا کی مزید پکڑ کے نیچے نہ آجائیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے پاک بندوں کی تائید کرتا ہے اور ضرور کرتا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم کو عرب کے مشرکین کے مقابل پر عددی لحاظ سے اس سے کم حیثیت تھی جتنی آج ہندوستان کے مسلمانوں کو وہاں کے مشرکین کے مقابل پر حیثیت ہے۔ آپ نسبتی لحاظ سے دیکھیں تو گنتی کے چند مسلمان مدینہ میں تھے یا چند بستیوں میں اکّا دکّا موجود تھے ان کے مقابل پر سارا مشرک عرب کتنی بھاری طاقت تھی۔ یہ اتنی بھاری طاقت تھی کہ حقیقت میں اس کی ایک اور ننّو کی بھی نسبت نہیں تھی یعنی اگر مسلمان کی ایک طاقت تھی تو اس کے مقابل پر ننّو یا اس سے زیادہ کی طاقت عرب مشرکین کے پاس تھی لیکن دیکھیں خدا کی تقدیر نے کیا نتائج ظاہر کئے ہیں۔ اس ایک کو ننّو کے برابر طاقتور کر دیا اور ان ننّو کی طاقت چھین کر ایک کے برابر بھی نہ رہنے دی۔ یہ نصرت الٰہی کا ہاتھ ہے۔ اگر یہ اسلام کی تائید میں عرب میں اٹھ سکتا اور چل سکتا تھا تو کیوں ہندوستان میں نہیں اٹھ سکتا اور نہیں چل سکتا۔ کون ہے جو خدا کے ہاتھ کو روک سکے۔ لیکن اپنی ادائیں ان لوگوں والی بنائیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کی تھیں۔ ویسے دل پیدا کریں، ویسے حوصلے پیدا کریں، ویسے دماغ پیدا کریں۔ پھر دیکھیں کہ خدا کی تائید آپ کے لئے کیسے کیسے کرشمے دکھاتی ہے۔ پس ظلم کی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے لئے ایک بہت اچھا موقعہ تھا جو ان کے بدنصیب راہنماؤں نے ہاتھ سے جانے دیا اور اس ابتلاء سے فائدہ اٹھانے کی بجائے امت کو مزید نقصان میں جھونک دیا ہے۔

عرب علماء نسبتاً زیادہ ہوشمند ہیں

ہندوستان میں مظالم کا جو سلسلہ اب شروع ہوا ہے اس سلسلے کی باہر کے ردّ عمل کے نتیجہ میں تائید کی گئی ہے لیکن عرب علماء نسبتاً زیادہ ہوشمند ہیں۔ عرب حکومتیں نسبتاً زیادہ عقل رکھتی ہیں۔ گلف کے علاقے میں اور دوسرے عرب علاقوں میں بکثرت ہندو تاجر اور مزدور موجود ہیں۔ وہاں کی حکومتوں نے سختی سے اس بات کی نگرانی کی ہے کہ نہ کوئی مندر جلایا جائے نہ ان میں سے کسی کو مارا جائے اور جہاں بھی پاکستانی ملّاؤں نے جوش دلانے کی کوشش کی ہے وہاں حکومت نے سختی سے ان کو پیغام دیا ہے کہ خبردار جو تم نے انگلی

اٹھائی۔ ہم یہ بیہودہ حرکتیں اپنے ممالک میں نہیں ہونے دیں گے۔ یہ بھی خدا ہی جانتا ہے کہ ان کی نیتیں کیا تھیں۔ کیوں ایسا نہیں کیا گیا؟ کیا ان کو اپنے اقتصادی تعلقات پیارے تھے؟ کیا سستی مزدوری کے علاقوں سے جو تعلق قائم ہو چکا تھا اس کو خراب نہیں کرنا چاہتے تھے؟ یا کوئی اور وجہ تھی لیکن فیصلہ بہرحال عقل پر مبنی ہے۔ اگر دل پاکیزہ تھے، اگر اسلامی تعلیم کی خاطر ایسا کیا گیا ہے تو پھر یہ فیصلہ نہ صرف عقل کی روشنی رکھتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کی روشنی بھی رکھتا ہے اور خدا کرے کہ ایسا ہو مگر پاکستان اور ہندوستان کے مسلمانوں کو یہ عقل نہیں آئی۔ یہ وہ بدنصیب قیادت ہے جس نے عالم اسلام کو مصیبت میں مبتلا کر رکھا ہے۔ میں نے دیانت اور خیانت کا جو مضمون شروع کیا تھا اس میں بتایا تھا کہ دیکھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم نے سب سے زیادہ بدنصیب خیانت کرنے والا وہ قرار دیا ہے جسے قوم کا امیر بنایا جائے، سردار مقرر کیا جائے اور پھر وہ خیانت کرے۔ یہ اس کی مثال ہے اور کتنی قبیح اور دردناک مثال ہے۔ مسلمان راہنماؤں نے اگر ہندوستان اور پاکستان میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم کے اسوہ سے روشنی حاصل کر کے اقدام کئے ہوتے تو بالکل مختلف اقدام ہوتے اور ان اقدام کی روشنی میں اگر یہ دردناک حالات پیدا ہوتے بھی تو آگے نہ بڑھ سکتے لیکن اب یہ سلسلے آگے بڑھنے والے نظر آتے ہیں اور آگے بڑھتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں مسلمانوں پر اتنے دردناک مظالم ہو رہے ہیں کہ مجھے وہاں کی جماعتوں کے احباب کی طرف سے جو خطوط ملتے ہیں ان کو پڑھ کر پتہ چلتا ہے کہ اخبارات میں تو کچھ بھی نہیں چھپا۔ جن لوگوں نے آنکھوں دیکھا حال لکھا ہے اس میں بہت ہی دردناک حالات لکھے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ رکنے والے نہیں ہیں، یہ آگے بڑھیں گے اور اس میں گہری سازشیں ہیں لیکن باوجود اس کے کہ یہ لوگ مشرک اور فی الحقیقت اسلام سے دشمنی رکھتے ہیں اس کے علاوہ پاکستان سے ایک روایتی دشمنی بھی چلی آ رہی ہے جو اس مذہبی دشمنی پر مستزاد ہے لیکن پھر بھی ان کی حکومتوں کو اُن کے سربراہوں کو اتنی عقل ضرور ہے کہ دنیا کو منہ دکھانے کے لئے کچھ نہ کچھ کوشش کریں۔ وہ اپنے عیوب کو اپنی غلطیوں کو اس طرح ڈھانپ کر آگے بڑھتے ہیں کہ دیکھنے والے کو بتا سکیں کہ ہاں یہ بدیاں تو ہیں لیکن ہمارے اختیار سے باہر تھیں۔

پاکستان اور ہندوستان کی اخبارات کے مساجد کی تباہی پر تبصرے

ہم ان کی تائید میں نہیں۔ چنانچہ مبصرین نے اس وقت تک جو بیان کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجودھیا کی مسجد کے سلسلہ میں مرکزی حکومت نے آنکھیں بند کیں اور واقعہ ہونے دیا اور یوپی کی حکومت پوری طرح اس میں ملوث تھی لیکن مرکزی حکومت نے اس کی مذمت ضرور کی ہے اور واقعہ ہونے کے معاً بعد اس حکومت کو برطرف کر دیا۔ یہ بھی کوئی مذہبی کارروائی نہیں تھی، کسی نیکی پر مبنی نہیں تھی مگر کم سے کم عقل پر مبنی ضرور تھی۔ انہوں نے ایک قانونی سہارا لیا کہ جس صوبے میں ہمارا براہ راست عمل دخل نہیں ہے اس میں ہونے والے واقعہ سے متعلق ہم اس صوبہ کو متنبہ کرتے اور بتاتے رہے ہیں کہ ایسا نہیں ہونا چاہیئے اور جب ہوا تو اسی وقت ہم نے اس حکومت کو معطل کر دیا اور اسی وقت دوسری کارروائی شروع کر دی یعنی دنیا کو دکھانے کے لئے ایک معقول طرز عمل خواہ وہ گہرا تھا یا سطحی تھا ضرور پیش کیا گیا ہے جس سے دنیا کی جو رائے عامہ ہے اس پر اچھا اثر پڑ سکتا ہے۔ گو دنیا کسی حد تک یہ کہہ سکتی ہے کہ آپ نے عمداً ایسا ہونے دیا، آپ اس شرارت میں دراصل شریک ہیں۔ اس صوبے کی حکومت سے سیاسی انتقام لینا چاہتے تھے۔ اس سیاسی انتقام لینے کی خاطر آپ نے خود اس واقعہ سے آنکھیں بند رکھیں، پتہ تھا کہ ہوگا لیکن جان بوجھ کر ہونے دیا۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے لیکن کچھ کوشش تو ضرور کی ہے۔ وہاں کے اخبارات نے جو تبصرے کئے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ ساری قوم میں ندامت کا ایک احساس بھی موجود ہے۔ ایک حیاء بھی ہے جس کا ذکر کیا جا رہا ہے اور بعض اخبارات نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ ایسے داغ اب ہمارے کردار پر لگ گئے ہیں، وہ خون جو ایودھیا میں اور باہر بہایا گیا اُس خون نے ہمارے کردار پر ایسے دھبے لگا دیئے ہیں جو کبھی دھل نہیں سکتے اور وہ عمارتیں جو منہدم کی گئی ہیں ان عمارتوں نے منہدم ہو کر ہمارے قومی کردار کی تعمیر کو منہدم کر دیا ہے اور اب مشکل سے یہ تعمیر نو ہوگی۔ بڑے زبردست، صحیح اور سچے تبصرے ان اخبارات میں آ رہے ہیں اور سوائے چند ایک اخبارات کے جو انتہاء پرستوں کے ہاتھ میں ہیں اکثر ہندوستانی اخبارات نے ان واقعات کے خلاف بہت سخت تبصرے کئے ہیں لیکن افسوس ہے کہ ایسے مواقع پر مسلمان راہنماؤں کو عقل نہیں آتی اور کھلے بندوں مساجد سے اعلان کئے جا رہے ہیں کہ اٹھو جہاد کا وقت آ گیا، برباد کر دو، مٹا دو اور ان پر چڑھ دوڑو اور جوابی کارروائیوں کے لئے تیار ہو جاؤ۔ دہلی کی مسجد میں جو امام لیکچر دیتا ہے یا دوسری مسجدوں میں دیتا ہے اس کو پھر یہ لوگ عالمی مواصلاتی ذرائع سے ساری دنیا کو دکھاتے ہیں اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ دونوں طرف کی بات ہے۔ صرف طاقتور اور کمزور کا جھگڑا ہے ورنہ کردار تو ایک ہیں، نظریات ایک ہیں۔ ایک دوسرے کے معاملات میں ردّ عمل ایک جیسے ہی ہیں۔ ایک ہی تھیلی کے چٹّے بٹّے ہیں۔ صرف یہ دیکھ لو کہ کوئی طاقتور ہے اور اس کا زیادہ داؤ چل گیا، کچھ کمزور ہیں ان کا کم داؤ چلا ہے۔ پاکستان میں کم مندر تھے اس لئے کم جلائے گئے۔ کم ہندو تھے اس لئے کم زندہ آگ میں پھینکے گئے۔ ہندوستان میں چونکہ یہ تعداد بہت زیادہ ہے اس لئے زیادہ تعداد میں یہ سب کچھ ظاہر ہوا لیکن افسوس کہ پاکستان کے اخبارات کو اس شدت کے ساتھ اور اس جلی قلم کے ساتھ ان خوفناک مظالم کی جو پاکستان میں بھی ہندوؤں پر توڑے گئے مذمت کرنے کی توفیق نہیں ملی۔ اس کا بڑی شدت سے ردّ عمل ہونا چاہیئے تھا اور مسلمان راہنماؤں کو اٹھ کھڑا ہونا چاہیئے تھا اور کہنا چاہیئے تھا کہ تم نے عالم اسلام کے وقار کو ٹھیس پہنچائی ہے۔ تم نے قرآن کی عزّت پر ہاتھ ڈالا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم کے اسوہ کو بدنام کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہم اپنے ملک میں ایسا نہیں ہونے دیں گے۔ اگر ایسا ہوتا تو آج دنیا میں اسلام کا تاثر بالکل اور رنگ کا ہوتا اور اسلام دشمن طاقتوں کا تاثر بالکل اور رنگ کا ہوتا لیکن اب سچّے ہو کر جھوٹوں کی طرح اپنے کردار کو گندا کر دیا ہے اور یہ سب نحوست دراصل اسی بات کی ہے کہ راہنماؤں میں نہ عقل کی روشنی ہے نہ تقویٰ کی روشنی ہے اور وہ اپنی قوم سے خیانت کر رہے ہیں غلط مشورے دیتے ہیں، غلط راہنمائی کرتے ہیں اور جب کوئی مسئلہ ایسا پیدا ہوتا ہے کہ جب قوم کو صحیح راہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے تو غلط رستے پر ڈال دیتے ہیں۔ مسلمان پے در پے ٹھوکر کھا رہا ہے۔ اگر یہ بات غلط ہو اور وہ سچّے مشورے دے رہے ہوں اور صحیح سمت پر قوم کو ڈال رہے ہوں تو جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تائید آسمان سے ظاہر

نہ ہو۔ پس تم غیروں کی طرح ہو جاؤ گے تو خدا کو کیا ضرورت ہے کہ تمہاری تائید میں اعجاز دکھائے اور آسمان سے معجزے نازل ہوں۔ یہ تو اُن لوگوں کے لئے ہوتے ہیں جو اپنے کردار میں اعجاز دکھایا کرتے ہیں اور اللہ سے خارق عادت تعلق باندھا کرتے۔ دیکھیں قرآن کریم نے کیسا پیارا اور ہمیشہ کی سچائی کا یہ مضمون بیان فرمایا کہ

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

کہ سنو! خدا کبھی کسی قوم کی حالت کو تبدیل نہیں کیا کرتا جب تک وہ قوم پہلے خود اپنی حالت کو تبدیل نہ کر لے۔

اس مضمون کا زیادہ تعلق نعمت اور نعمت کے چلتے رہنے سے ہے کیونکہ ایک اور آیت میں اسی مضمون کو اس طرح تفصیل سے بیان فرمایا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو جو نعمتیں عطا کر دی ہیں، ہدایت کا نور بخشا اس نور کے نتیجہ میں ان کے ذہن بھی روشن ہو گئے۔ ان کے قلوب بھی روشن ہو گئے، ان کا ماحول اللہ تعالیٰ کے نور کی رحمت اور برکت سے روشنی کے ہر پہلو میں ترقی کرتا چلا گیا یعنی دنیاوی پہلو سے بھی وہ روشن کئے گئے، دینی پہلو سے بھی روشن کئے گئے اور روحانی پہلو سے بھی روشن کئے گئے۔ یہ وہ نعمت ہے جو آسمان سے نازل ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب تک اس نعمت کے قدر دان لوگ رہتے ہیں اس وقت تک خدا کبھی اس نعمت کو واپس نہیں کھینچتا اور ان عزّتوں کو ذلتوں میں تبدیل نہیں کیا کرتا۔ ہاں جب قوم اپنے کردار بدلتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی اپنا اسلوب بدل لیتی ہے، ان سے اپنے تعلق کاٹ لیتی ہے۔ ان سے اور قسم کے معاملات شروع کرتی ہے۔ پس یہ خدا تعالیٰ کی وہ تنبیہہ ہے جس کو پیشِ نظر رکھ کر آج بھی مسلمانوں کو اپنے حالات پر غور کرنا چاہیئے۔ جب تک وہ سچّے عبادت کرنے والے نہ بنیں گے، جب تک خدا کے گھروں سے ان کا تعلق حقیقی اور اخلاص کا نہیں ہو گا۔ جب تک مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ بن کر نہیں دکھائیں گے۔ اللہ کی تائید ان کے لئے ظاہر نہیں ہو گی۔ میں نے جیسا کہ بیان کیا تھا دیکھنا یہ ہے کہ ردّ عمل سیاسی ہے یا مذہبی ہے۔ اس مضمون پر غور کرتے ہوئے جب میں نے پاکستان میں جماعت احمدیہ کے حالات پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ عبادت کی غیرت تو محض نام کے قصّے ہیں۔ ان کا حقیقت سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں۔ خدا کے گھر کی محبت کے نتیجہ میں یہ ردّ عمل نہیں دکھایا جا رہا، یہ محض سیاسی اور قومی دشمنیوں کے نتیجہ میں ہے اس پہلو سے عالم اسلام کو اکٹھا ہو کر یقیناً قومی غیرت کے تقاضے بھی پورے کرنے چاہئیں لیکن اس کو اسلام اور دین کے ساتھ گڈمڈ کر کے باہم اختلاط کر کے نہیں دکھانا چاہیئے۔ اگر اعلیٰ درجہ کا تقویٰ نہیں تو کم سے کم سیدھی سادھی سچّی بات کرنے کی عادت ڈالو۔ مسجدوں کی محبت کے نتیجہ میں ایسا نہیں ہوا کیونکہ یہی مسلمان ایک دوسرے کی مسجدیں بھی جلاتے ہیں اور ان کو منہدم بھی کرتے ہیں۔ شیعوں کے مقدس مقامات برباد کئے جاتے ہیں اور جلائے جاتے ہیں سُنّیوں کے جلائے جاتے ہیں۔ پاکستان میں لاہور میں بھی ایسے واقعات ہوئے، پشاور میں بھی ایسے واقعات ہوئے، کراچی میں بھی ایسے واقعات ہوئے۔ سندھ میں بکثرت ایسے واقعات بار بار ہوتے رہے۔ یہ کوئی آج اور کل کی بات نہیں۔ تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے کہ جب مسلمانوں نے ایک دوسرے مسلمان فرقے کے خلاف اپنی طرف سے علَم جہاد بلند کیا اور ان کے راہنماؤں نے ان بیچارے سادہ لوح مسلمانوں کو یہ تعلیم دی کہ یہ مساجد ضرار مساجد ہیں، یہ خدا کی نہیں ہیں بلکہ غیر اللہ کی مساجد ہیں، اٹھو اور ان کو منہدم کر دو، خدا اس سے تم سے خوش ہو گا۔ پس اگر خدا کے نام پر خدا کے گھروں کو برباد کرنے کی تعلیم کو قوم برداشت کر لے اور یہ عادت اس کی تاریخ کا حصّہ بن چکی ہو تو پھر جب غیر ایسی حرکت کریں تو اس کو کس منہ سے تم طعنہ دے سکتے ہو۔ اس کو کس منہ سے کہہ سکتے ہو کہ تم بڑا ظلم کر رہے ہو کہ اللہ کی عبادت کرنے والے گھروں پر تم نے ظلم کا ہاتھ اٹھایا ہے اور عبادت کرنے والے گھروں کو منہدم کیا ہے۔

مساجد سے محبت و احترام کے سب دعوے باطل ہیں

جماعت احمدیہ کی حالیہ تاریخ میں سے چند حقائق میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں اس سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ جہاں تک خدا کے گھر کی عزّت و احترام کا تعلق ہے وہ کس حد تک آج پاکستان کے علماء کے ذہن پر روشن ہے یا اُن کے دلوں میں جاگزین ہے یا ان کے رخ معین کرتی ہے۔ خدا کی خاطر اگر مسجدوں سے محبت ہو تو رخ ایک ہی معین ہو گا۔ یعنی وہ رخ جو قبلے کا رخ ہے، جو خدا کی طرف لے کر جاتا ہے، خدا کی تعلیم پر مبنی ہے ایک ہی طرح کے ردّ عمل ظاہر ہوں گے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ محبت خدا کی ہو اور آپس کی دشمنیوں کے نتیجہ میں خدا کے گھر کی بربادی کے ردّ عمل مختلف ہو جائیں۔ خدا قدر مشترک ہے، وہ ہم سب کا خالق و مالک ہے۔ جب اس کے گھر کی عزّت پر ہاتھ ڈالا جائے تو اس سے محبت کرنے والے کا ردِّ عمل لازماً ایک ہو گا خواہ وہ کسی فرقے سے تعلق رکھنے والی مسجد ہو یا خدا کا گھر ہو اس پہلو سے جب ہم دیکھتے ہیں تو آئینے میں آپ کو شکوے کے طور پر نہیں سمجھانے کی خاطر بتاتا ہوں کہ دیکھو کل تک تم جو حرکتیں کیا کرتے تھے آج اللہ کی تقدیر نے تمہیں آئینہ دکھایا ہے اور تمہیں بتایا ہے کہ خدا کے حضور یہ حرکتیں پسندیدہ نہیں ہیں اور پکڑ کے بغیر نہیں چھوڑی جائیں گی لہٰذا تقویٰ سے کام لو اور خدا کی انگلی کے اشاروں کو دیکھو اور سمجھو۔ پاکستان میں جو احمدیہ مساجد شہید کی گئی ہیں ان میں سے

ایک احمدیہ مسجد راہوالی، ایک باگڑھ سرگانہ، ایک مردان، ایک گلاریچی، ایک علی پور چٹھہ، ایک مری، ایک بچیانہ، ایک ننکانہ صاحب، ایک چک نمبر 163/MB تحصیل و ضلع وہاڑی، ایک چک نمبر گ ب/۵۶۳ ہے۔

مختلف وقتوں میں یہ مسجدیں منہدم کی گئیں اور بعض جگہ ایسا ہوا کہ اس ملبہ بھی لوگ اٹھا کر لے بھاگے۔ مسجد مردان جب منہدم کی گئی ہے تو سارے دن کی کارروائی تھی۔ وہ بہت بڑی مضبوط مسجد تھی۔ اُسے پلید کہہ کر شہید کروایا گیا اور ساری پلید چیزیں چور لے کر بھاگ گئے۔ بنگلہ دیش میں راجشاہی کی مسجد جب شہید کی گئی تو اسی طرح کی گئی۔ پلید پلید کہہ کر اس کو شہید کر دیا گیا اور ساری پلید چیزیں اپنے گھروں کی عمارتوں کی زینت بنا دی گئیں۔ پس سوال یہ ہے کہ یہ واقعہ ہونے میں کتنی دیر لگی تھی۔ کیا اس وقت پاکستان میں کوئی حکومت موجود نہیں تھی؟ کیا ان علماء کو جنہوں نے ان مسجدوں کو شہید کرنے کی تعلیم دی تھی ان کو علم نہیں تھا کہ یہ خدا کی عبادت کے گھر ہیں اور خدا کی عبادت کے لئے لوگ یہاں اکٹھے ہوتے ہیں؟ کیا یہ مساجد نہیں تھیں؟ جانتے ہیں کہ مساجد تھیں کیونکہ دوسرے کوائف سے ثابت ہے کہ احمدیوں کی بکثرت مساجد چھین لی گئیں اور ان میں اب غیر احمدی علماء نمازیں پڑھاتے اور غیر احمدی نمازیں پڑھنے والے نمازیں پڑھتے

ہیں۔ اگر وہ مسجدیں نہیں تھیں تو مندروں میں تو عبادت کرنے کا ان کو کوئی حق نہیں ہے۔ کثرت سے ایسی مساجد ہیں جن پر قبضہ کیا گیا اور وہاں باقاعدہ ان کو اپنایا گیا۔ قبلہ بھی وہی ہے کیونکہ پہلے بھی وہی قبلہ تھا، وہی گنبد ہیں جو پہلے تھے، وہی مینار ہیں جن میناروں سے پہلے اذانیں دی جاتی تھیں۔ کوئی بھی فرق نہیں۔ گویا کہ ان کا فعل اقرار کر رہا ہے اور کھلم کھلا اقرار کر رہا ہے کہ احمدیوں کی مساجد بھی مساجد ہی ہیں۔ خواہ منہ سے ہم ان کا جو مرضی نام رکھ دیں اور ان مساجد میں نماز نہ صرف جائز بلکہ خدا تعالیٰ نے گویا ہمارے لئے یہ حق مقرر کر دیا ہے کہ ان مساجد کو اپنائیں، چھینیں اور ان پر قبضہ کر کے ان میں خدا کی عبادت کیا کریں۔ یہ کسی کو خیال نہیں آتا کہ چوری کے مال پر کیسے عبادت ہو سکتی ہے، ڈاکے کے مال پر کیسے عبادت ہو سکتی ہے لیکن یہ تو الگ باتیں ہیں۔ میں یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ دس مساجد اس وقت میرے علم میں ہیں جن کے نام میں نے پڑھ کر سنائے ہیں ان کو منہدم کیا گیا اور ان میں سے بعض ایسی ہیں جن میں چوبیس چوبیس گھنٹے تک کارروائی ہوتی رہی ہے اور کوئی حکومت وہاں دکھائی نہیں دیتی تھی۔ اگر دکھائی دیتی تھی تو مسجدیں مسمار کرنے والوں کی تائید میں دکھائی دیتی تھی۔ چنانچہ ہمارے پاس تصویریں موجود ہیں۔ جب مردان کی مسجد شہید ہو رہی ہے اور لوگ چوری کا مال اٹھا اٹھا کر لیجا رہے ہیں اور پولیس ساتھ کھڑی حفاظت کر رہی ہے کہ کہیں کوئی آکر ان پر حملہ آور نہ ہو جائے حالانکہ جو نمازی تھے ان ساروں کو قید کر لیا گیا تھا۔ بچوں کو بھی بڑوں کو بھی سب کو اکٹھا سمیٹ سماٹ کر ٹرکوں میں بھر کے حوالات میں بھیجا جا چکا تھا اور جب تک مسجد کی یہ کارروائی مکمل نہیں ہوئی ان کو چھوڑا نہیں گیا۔ اتنی احتیاط کے ساتھ یہ سارے کام ہوئے اور آج پاکستان کے اخبار یہ لکھ رہے ہیں کہ ایودھیا میں جو واقعہ گزرا یہ اچانک تو نہیں ہو گیا۔ حکومت اس وقت کہاں تھی۔ جو مسجد منہدم کی گئی ہے یہ کوئی ایک گھنٹے یا آدھے گھنٹے کی کارروائی تو نہیں تھی۔ اس پر تو پورا دن لگ گیا ہو گا یا دو دن لگ گئے ہوں گے۔ کیا ہندوستان میں اس وقت کوئی حکومت نہیں تھی اور پھر اخبارات نے یہ بھی لکھا ہے کہ حکومت تو تھی لیکن لوٹنے والوں اور منہدم کرنے والوں کی تائید میں کھڑی تھی، پولیس ان کے ساتھ شامل تھی۔ فوج ان کے ساتھ شامل تھی اور ان سب کی مل کر یہ کارروائی ہوئی ہے۔ اس لئے ہر عبادت کرنے والے کے لئے ایک چیلنج ہے۔ خدائے وحدہٗ لاشریک کی وحدانیت پر ڈاکے مارے جا رہے ہیں، اٹھ کھڑے ہو اور اپنے انتقام لو۔ اگر خدا کی محبت اور اس کی وحدانیت کی محبت کے یہ تقاضے تھے تو کل ان تقاضوں کو کیوں موت آ گئی تھی۔ اگر کل یہ تقاضے مر چکے ہیں تو آج بھی زندہ نہیں ہوئے اور ان مردہ تقاضوں کی خدا کی تقدیر کو کچھ بھی پرواہ نہیں۔ جب خدا کے گھر کا تقدس لوٹنے والوں سے ایک جگہ تم محبت اور پیار کا سلوک کرتے ہو، ان کو اپنی تائید مہیا کرتے ہو اور ان کی پشت پناہی کرتے ہو تو کل جب تمہارے ساتھ یہ ہو گا تو کس طرح خدا سے توقع رکھتے ہو کہ خدا کی تقدیر تمہاری پُشت پر آ کھڑی ہو گی۔ یہ تقدیریں وہی ہیں جو ہمیشہ سے اسی طرح چلی آ رہی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بار بار متنبہ کیا کہ دیکھو تم جو حرکتیں کر رہے ہو یہ ضائع نہیں جائیں گی۔ خدا کی تقدیر ضرور تمہیں پکڑے گی۔ ؏

قرض ہے واپس ملے گا تم کو یہ سارا ادھار

خائن علماء مسلمانوں کی بربادی کے ذمّہ دار ہیں

تم اپنے مستقبل کی تقدیر بنا رہے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ آج کا خائن عالم ہے جو کل کے مسلمانوں کی بربادی کا ذمّہ دار ہے اور کل کا خائن عالم تھا جو آج کے مسلمانوں کی بربادی کا ذمّہ دار ہے۔ اس خائن کو پکڑو اور اس سے حساب لو۔ اگر تم اس خائن سے حساب لو گے تو خدا تعالیٰ کی تقدیر تمہاری تائید میں اٹھ کھڑی ہو گی اور تمہارے مخالفوں سے حساب لیا جائے گا ورنہ تم خود حساب دینے کے مقام پر آ کھڑے ہوئے ہو۔ ایک واقعہ نہیں دو واقعات نہیں بلکہ بار بار مساجد کی بے حرمتی کی گئی، ان کو ظلموں کا نشانہ بنایا گیا۔ عبادت کرنے والوں کو رستوں میں گھسیٹا گیا، ان کو مارا گیا اور ان کو اس بات کی سزا دی گئی کہ کیوں تم خدا کی عبادت کر رہے تھے اور اب جب یہ سب کچھ ہو رہا ہے تو اچانک غیرتِ دینی اٹھ کھڑی ہوئی ہے اور ساری دنیا میں شور برپا کر دیا گیا ہے کہ ہم مسجدوں کی بے حرمتی برداشت نہیں کر سکتے جبکہ اپنے ہاتھوں سے کرتے رہے ہو اور کرتے ہو۔ کیا اس کا یہ نتیجہ نکالا جائے گا کہ خدا تعالیٰ نے یہ فرمان جاری فرما دیا ہے کہ میری عبادتگاہوں کی بے حرمتی کا حق صرف مسلمانوں کو ہے۔ ساری دنیا میں ان کو کھلی چھٹی ہے کہ جب چاہیں میری عبادت کے گھر کو مسمار کریں۔ برباد کریں، قرآن کریم کو جلائیں، گلیوں میں پھینکیں اور کسی اسلامی حکومت کا حق نہیں ہے کہ اس پر ان کو سرزنش کرے لیکن ہاں غیروں کو حق نہیں ہے کہ وہ خدا کا کوئی معبد تباہ کریں۔ وہ جب کریں گے تو تمہیں جوابی کارروائی کا حق ہے تم کرو گے تو تمہاری اپنی چیز ہے، کیوں نہ کرو۔ خدا کا گھر اور کس کا ہے۔ تمہارا ہی تو ہے جو چاہو اس پر کر گزرو جیسے کہا گیا ہے کہ ؏

تو مشق ناز کر خونِ دو عالم میری گردن پر

گویا خدا ان کو یہ کہتا ہے کہ میرے تقدس کو برباد کرتے رہو اس کا خون میں اپنی گردن پر لیتا ہوں۔ میں تمہیں کہتا ہوں کہ جاؤ اٹھو اور جو مرضی کرو، تم مالک ہو، تمہاری چیز ہے جو چاہو کرتے پھرو۔ ہاں غیروں کو نہ کرنے دینا، غیر کریں گے تو پھر غیرت دکھانا۔ یہ کیا اسلامی تعلیم ہے؟ یہ اللہ کی محبت پر مبنی تعلیم ہے ہو ہی نہیں سکتا۔ پس ہیں جاہلانہ باتیں اور ان جاہلانہ باتوں کو تم نے برداشت کیا ہے اور قبول ہے اور اپنا لیا ہے، اپنی سنت کا حصّہ بنا لیا ہے۔ بنگلہ دیش میں ایک انگلی نہیں اٹھی جس نے ان بدکرداروں اور ظالموں کو روکنے کی کوشش کی ہو۔ پاکستان میں ایک انگلی نہیں اٹھی جس نے اتنی مسجدوں کی شہادت کے وقت ان ظالموں اور بدکرداروں کو روکنے کی کوشش کی ہو لیکن بنگلہ دیش میں ایک شرافت ضرور ہے کہ بنگلہ دیش کے اخباروں، دانشوروں اور سیاستدانوں نے ان واقعات کی مذمت ضرور کی ہے۔ آگے بڑھ کر روکنے کی توفیق نہیں تھی تو مذمت تو ضرور کر دی۔ گویا ایمان کے ادنیٰ تقاضے تو ضرور پورے کر دیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے یہ تصویر کھینچی ہے کہ اعلیٰ ایمان تو یہ ہے کہ آگے بڑھو اور بدی کو روک دو۔ اگر ہاتھ سے نہیں روک سکتے تو کم سے کم زبان سے روکو۔ اگر زبان سے نہیں روک سکتے تو بُرا تو مناؤ۔ پاکستان میں کتنے ہیں جنہوں نے زبان سے روکا ہو۔ جنہوں نے آواز اٹھائی ہو۔ اب کہیں کہیں یہ آواز اٹھنے لگی ہے مگر اس سے پہلے تو مکمل خاموشی تھی۔ پس یہ بھی تو باتیں ہیں کہ جن کی طرف دھیان جاتا ہے اور اس وجہ سے میں ان حقائق کو جو بہت تلخ ہیں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں کہ حقیقت میں مسلمانوں کی اس بدقسمتی کے

دور کا علاج یہ ہے کہ مسلمان راہنماؤں کو ان غلطیوں کی طرف متوجہ کیا جائے اور مشورہ دیا جائے کہ بیماری یہاں واقع ہے۔ اس بیماری کو دور کرنے کی طرف توجہ دو پھر خدا کا فضل ضرور نازل ہوگا۔ وہ مساجد جو ہندوستان میں منہدم کی گئی ہیں وہ ظلم ہمارے دل پر اس سے زیادہ گراں گزر رہے ہیں جو تمہارے دلوں پر گزرتے ہیں کیونکہ ہمیں خدا کی عبادت سے محبت ہے۔ عبادتگاہوں سے تعلق ہے۔ دنیا میں کہیں بھی کوئی عبادتگاہ مسمار کی جائے گی تو احمدی کے دل پر اس کا ملبہ اسی طرح گرے جس طرح اس کے دل پر چوٹ لگانے کی خاطر ایک ایک اینٹ اوپر گر رہی ہو لیکن تمہیں تو عادت ہے۔ تمہیں تو اس بات کا ایک تجربہ ہے کہ کس طرح گھر برباد کئے جاتے ہیں تمہیں کیوں تکلیف ہو رہی ہے۔ پس احمدی کو تکلیف ہے اور تکلیف کی وجہ سے میں یہ بات کر رہا ہوں۔ میں جانتا ہوں اس کے سوا حل ہی کوئی نہیں۔ اگر تم باز نہیں آؤ گے اور اپنی اصلاح نہیں کرو گے اور خدا کے تعلق کی بناء پر اپنی سوچ کی اور اپنی قدروں کی اصلاح نہیں کرو گے۔ اگر اپنے قبلے درست نہیں کرو گے تو اسی طرح بھٹکتے رہو گے، اسی طرح ظلم کا شکار رہو گے لہٰذا تقویٰ سے کام لو اور تقویٰ کی حکومت کو قائم کرو۔ آج سارے پاکستان کے اخبارات ہندوستان کو طعنے دے رہے ہیں کہ کیا ہوئی تمہاری سیکولر حکومت، کیا ہوا تمہارا اسیکولر فلسفہ۔ اس ملبے کے ڈھیر کے نیچے تمہارا اسیکولرازم بھی دب کر مر گیا لیکن کل جب احمدی مساجد مسمار ہو رہی تھیں تو ان کے ملبے کے نیچے کیا چیز دب کر مری تھی، کبھی تم نے سوچا ہے؟ وہ اسلام جس کا دعویٰ تم کر رہے تھے وہ فرضی اسلام ان ملبوں کے ڈھیر کی نذر ہو گیا تھا۔ وہ اعلیٰ قدریں جن کا تم دعویٰ کرتے ہو وہ سب قدریں ان ڈھیروں کے نیچے دم توڑ گئی تھیں۔ پس بیماری کو پکڑو اور اس کی فکر کرو کہ کہاں واقع ہے اور کیوں واقع ہے۔ اس کا علاج تبھی ہوگا جب تم بیماری سمجھو گے اور اس کا ایک ہی علاج ہے کہ تقویٰ سے کام لو، خدا کی محبت سے کام لو۔ وہ لوگ جو خدا کی عبادت کرتے ہیں جس طرح بھی کرتے ہیں ان کی راہ میں روک نہ بنو کیونکہ اگر روک بنو گے تو اللہ تعالیٰ کی تقدیر تمہاری ہر ترقی کی راہ میں حائل ہو کر کھڑی ہو جائے گی۔ کسی میدان میں تمہیں آگے نہیں بڑھنے دے گی۔ یہی علاج ہے، یہی ایک طریق ہے۔ ہم بھی دعا کر رہے ہیں اور دن بدن ہمارے دل زیادہ اُداس اور غمگین ہوتے چلے جاتے ہیں۔

تمام عالم کا دُکھ جماعت احمدیہ شدت سے محسوس کرتی ہے

جماعت اس وقت بہت تکلیف میں ہے۔ ساری دنیا سے جماعت کے جو خطوط مل رہے ہیں ان میں نہایت بے بسی کا عالم ہے۔ عجیب مصیبت ہے کہ دونوں طرف کے دکھ ہمیں سہنے پڑ رہے ہیں۔ جب ہم پر مظالم ہوتے ہیں تو وہ بھی ہمارے دل پر ٹوٹتے ہیں۔ ہمارے ظلم کرنے والے بھائیوں پر جب مظالم ہوتے ہیں تو وہ بھی ہمارے دل پر ٹوٹتے ہیں بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ سچا مسلمان وہی ہے جو رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی الہٖ وسلم کا غلام ہے جو صرف مسلمان کے دکھ سے دُکھی نہیں ہوا کرتے تھے ایک یہودی کے دُکھ سے بھی دُکھی ہو جایا کرتے تھے، ایک عیسائی کے دکھ سے بھی دُکھی ہو جایا کرتے تھے۔ ایک مشرک کا دُکھ بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہٖ وسلم کے دل کو تکلیف دیا کرتا تھا۔ اس رحمۃ للعالمین سے اپنا تعلق باندھو اسی میں تمہاری نجات ہے اور اسی کے ساتھ اسلام کی تمام ترقی کے راز وابستہ ہیں۔ ان رازوں کو سمجھو، اس پیغام کو سمجھو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہر میدان میں ترقی عطا فرماتا چلا جائے گا۔ خدا کرے کہ جلد اہل اسلام کو ہوش آئے۔ ہم تو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں یہ باتیں کہتے کہتے تھک گئے ہیں مگر کوئی اثر نہیں دکھاتیں۔ شاید خدا کے حضور ہماری دُعائیں کام کر جائیں۔ شاید خدا کی تقدیر کبھی ان کو ایسا جھٹکا دے جس سے آنکھیں کھلیں اور اس جھٹکے کے نتیجہ میں خوابیدگی کی حالت تبدیل ہو اور وہ آنکھیں کھول کر یہ گردو پیش میں ہونے والے واقعات کو دیکھ سکیں اور سمجھ سکیں اور ان پیغامات سے استفادہ کی توفیق پائیں۔

بحضورِ اقدس سید المرسلین وہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی الہٖ وسلم

وہ خُلقِ مجسّم وہ رحمت کا عالم

ہے شمعِ رسالتؐ فروزاں فروزاں
خیاباں خیاباں گلستاں گلستاں
وہ خُلقِ مجسّمؐ وہ رحمت کا عالم
وہ نُورِ نبوّت درخشاں درخشاں
عقیدت کی راہیں کُشادہ کُشادہ
در و بام سارے چراغاں چراغاں
اے آہو! تُو بھٹکا ہوا ہے حرم سے
تُو سوئے حرم چل، خراماں خراماں
ذرا آنکھ کھولو! یہ کیا ماجرا ہے؟
کہ مُسلم سے مُسلم ہراساں ہراساں
ہے اسلام گرچہ محبت سراپا
تو آہیں یہ کیسی شبستاں شبستاں؟
ہیں مظلوم سارے نچھاور اُنہی پر
جو رحمت کو لائے فراواں فراواں
ستم کارِ دُنیا کے ظلمت کدے میں
ہے مُسلم ابھی تک پریشاں پریشاں
رسالت کے خادم کہیں اُن کو کیسے؟
جو رہتے ہیں خنجر بداماں بداماں
جو خُلقِ محمدؐ کو اُسوہ پکڑتے
تو ہوتے نہ مُسلم پشیماں پشیماں

یعقوب امجد — ربوہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عائلی زندگی

محترم ڈاکٹر محمد جلال شمس ۔ مربی سلسلہ ہمبرگ

ہمارے پیارے آقا و مولیٰ سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کی ساری زندگی ایک کھلی کتاب کی مانند ہے اور آنحضورؐ کی ازواج مطہراتؓ کی پاکیزہ حیات بھی ایک روشن آئینہ کی طرح کوئی بات بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بشری تقاضوں کے تحت ازواجِ مطہراتؓ میں بھی کبھی باہم شکر رنجی ہو جایا کرتی تھی ۔ لیکن ان اِکّا دُکّا استثنائی واقعات کے مطالعہ سے بھی آنحضورؐ کی عادلانہ اور مربیانہ شان کا ظہور ہوتا ہے ۔ چند مثالیں پیش کرتا ہوں ۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے باتوں باتوں میں حضرت صفیہؓ کے بارہ میں کوئی ناگوار بات کہہ دی ۔ آنحضورؐ نے فرمایا:

اے عائشہ! تم نے ایسی بات کر دی ہے کہ اگر وہ سمندر میں بھی ملا دی جائے تو اس کا مزہ بدل دے ۔

اسی طرح ایک موقعہ پر حضرت زینبؓ نے غصہ میں آکر کسی اور زوجۂ مطہرہ کے متعلق دل شکنی والا کوئی کلمہ کہہ دیا ۔ آنحضورؐ کو اطلاع ملی تو آپؐ کئی ماہ تک حضرت زینبؓ سے نہیں بولے ۔ ایک دفعہ حضرت صفیہؓ نے کھانا تیار کر کے ایک پلیٹ آنحضورؐ کی خدمت میں بھجوائی حضرت عائشہؓ نے پلیٹ توڑ کر کھانا گرا دیا ۔ اس پر آنحضورؐ نے فرمایا:

" اِنَاءٌ كَاِنَاءٍ وَطَعَامٌ كَطَعَامٍ " یعنی برتن کے بدلے میں برتن اور کھانے کے بدلے میں کھانا ۔

(نسائی کتاب عشرۃ النساء)

ایک دفعہ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ نے حضرت صفیہؓ سے کہا کہ ہم تم سے افضل ہیں ۔ ہم آنحضورؐ کی ازواج بھی ہیں اور اس کے علاوہ آپؐ کے چچا کی بیٹیاں ہیں ۔ حضرت صفیہؓ نے یہی بات آنحضورؐ سے عرض کر دی ۔ آپؐ نے فرمایا:

تم نے کہنا تھا کہ تم مجھ سے کس طرح بہتر ہو سکتی ہو؟ حضرت محمد مصطفیٰؐ میرے خاوند ہیں ۔ حضرت ہارونؑ میرے والد اور حضرت موسیٰؑ میرے چچا ہیں ۔

ایک دفعہ بعض ازواج مطہراتؓ نے حضرت فاطمہؓ کو آنحضورؐ کے پاس بھیج کر حضرت عائشہؓ کے خلاف شکائت کی ۔ آنحضورؐ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا: میری پیاری بیٹی! جس کے ساتھ مجھے محبت ہے کیا اس کے ساتھ تمہیں محبت نہیں ؟ حضرت فاطمہؓ نے عرض کی ، کیوں نہیں ۔ اس پر آنحضورؐ نے فرمایا: یہ بات ہے تو عائشہؓ سے محبت کیا کرو ۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت زینبؓ نے آکر حضرت عائشہؓ کے خلاف حضورؐ سے بعض شکایات کیں ۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت عائشہؓ کو اشارہ کیا کہ جواب دو ۔ جب حضرت عائشہؓ نے جواب دیا تو آنحضورؐ نے مسکرا کر فرمایا:۔

" اِنَّهَا ابْنَةُ اَبِيْ بَكْرٍ " یہ بھی تو ابوبکرؓ کی بیٹی ہے ۔

یہ وہ برگزیدہ ہستیاں ہیں جن کی ناراضگی بھی تقویٰ پر مبنی ہوتی تھی ۔ اور اس میں ہرگز کسی تصنّع اور جھوٹ کی قطعاً ملونی نہ ہوتی تھی ۔

آنحضورؐ کی ساری اولاد بچپن میں ہی وفات پا گئی تھی ۔ البتہ آپؐ کی تین بیٹیاں بڑی ہو کر بیاہی گئیں ۔ دو بیٹیوں کی شادی یکے بعد دیگرے حضرت عثمانؓ سے ہوئی اسی وجہ سے آپؓ کو ذوالنورین کہا جاتا ہے ۔ لیکن اُن سے اولاد نہیں ہوئی ۔ حضرت فاطمہؓ کی شادی حضرت علیؓ سے ہوئی اور آنحضورؐ نے اپنی پیاری بیٹی کو ایک چادر ، ایک گدیلا ، ایک مشکیزہ اور ایک چکّی جہیز میں دی ۔ یہ جہیز شاہنشاہ دو عالمؐ کی اس بیٹی کا ہے جس کے بارہ میں آپؐ نے فرمایا:

" فَاطِمَةُ بُضْعَةٌ مِّنِّيْ فَمَنْ اَغْضَبَهَا فَقَدْ اَغْضَبَنِيْ "

یعنی فاطمہؓ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے فاطمہؓ کو ناراض کیا اُس نے مجھے ناراض کیا ۔

آنحضورؐ کی یہ پیاری بیٹی ایک دفعہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی تاکہ آپؐ کو اپنے ہاتھوں کے چھالے دکھائے جو چکی چلانے کی وجہ سے پڑ گئے تھے ۔ آنحضورؐ اس وقت گھر پر موجود نہ تھے ۔ حضرت فاطمہؓ نے حضرت عائشہؓ کو ساری بات بتا کر آپؓ کی وساطت سے آنحضورؐ سے گھر کے کام کاج کے لئے ایک غلام طلب کیا ۔ آنحضورؐ کو اطلاع ہوئی تو آپؐ نے فرمایا:

رات کو سونے سے پہلے تینتیس دفعہ سبحان اللہ اور الحمد للہ ، چونتیس دفعہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو یہ غلام سے زیادہ بہتر ہے ۔

اور یہی وہ پیاری بیٹی ہے جس کے بارہ میں آنحضورؐ نے فرمایا:۔ اگر میری بیٹی بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا ۔ اسی بیٹی کے بارہ میں آنحضورؐ نے فرمایا:

" فَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ "

فاطمہ جنّت کی عورتوں کی سردار ہے ۔

آنحضورؐ کو حضرت فاطمہؓ سے بے حد محبت تھی ۔ آپؐ جب کسی سفر پر روانہ ہوتے تو سب سے آخر میں حضرت فاطمہؓ کو الوداع کہتے اور جب واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے آپؓ کے ہاں تشریف لاتے ۔

آنحضورؐ کی وفات سے قبل جب آپؐ بیمار تھے حضرت فاطمہؓ آپؐ سے ملنے کے لئے آئیں تو آپؐ نے حضرت فاطمہؓ کے کان میں کوئی بات کہی جس کو سُن کر آپؓ رونے لگیں۔ پھر دوبارہ آنحضورؐ نے آپؓ کے کان میں کوئی بات کہی جسے سُن کر آپؓ ہنسنے لگیں۔ بعد میں آپؓ نے بتایا کہ آنحضورؐ نے مجھے اپنی وفات کی خبر دی تو میں رونے لگی۔ لیکن جب آپؐ نے مجھے یہ بتایا کہ خاندان میں سے سب سے پہلے مَیں مرنے کے بعد آپ سے ملوں گی تو یہ سُن کر میں ہنسنے لگی۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو اپنے بچّوں سے بے حد محبت تھی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپؐ کے ایک نواسے کی طبیعت شدید خراب ہوگئی آنحضورؐ نے جب بچّہ کو نزع کی حالت میں دیکھا تو آپؐ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ایک صحابیؓ نے حیران ہو کر پوچھا یا رسول اللہ یہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا یہ وہ رحمت ہے جو خدا تعالےٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا کی ہے۔ اور وہ انہیں بندوں پر رحم فرماتا ہے جن کے دلوں میں رحم کا جذبہ موجود ہو۔

جب آنحضورؐ کے بیٹے صاحبزادہ ابراہیمؓ کی وفات ہوئی تو آنحضورؐ نے غمگین دل سے فرمایا؛

"اَلْعَیْنُ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ یَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا
یَرْضٰی بِہٖ رَبُّنَا"

آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غمگین ہے۔ لیکن پھر بھی ہم زبان سے ہرگز کوئی ایسا لفظ نہیں نکال سکتے جس کو ہمارا رب پسند نہ کرتا ہو۔

نیز آپؐ نے فرمایا؛

"لَوْعَاشَ لَکَانَ صِدِّیْقًا نَبِیًّا" (ابن ماجہ۔ کتاب الجنائز)

یعنی اگر میرا یہ بیٹا زندہ رہتا تو صدیق نبی بنتا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو حضرت امام حسنؓ اور حسینؓ سے بھی بے انتہا پیار تھا۔ حضرت امام حسنؓ کی شکل وصورت آنحضورؐ سے بہت ملتی تھی۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ یہ دونوں میرے پھول ہیں۔ آپؐ جب نماز پڑھ رہے ہوتے تو حضرت حسنؓ آپؐ سے چمٹ جاتے اور آپؐ حضرت حسنؓ کو گود میں اُٹھا لیتے۔ آنحضورؐ کو اپنے آزاد کردہ غلام زیدؓ کے بیٹے اُسامہؓ سے بھی بہت ہی محبت تھی۔ آنحضورؐ حضرت حسنؓ اور حضرت اُسامہؓ کو گود میں اٹھا کر یہ دُعا کیا کرتے۔ "اَللّٰھُمَّ اَحِبَّھُمَا فَاِنِّیْ اُحِبُّھُمَا" اے اللہ ان دونوں سے مجھے محبت ہے۔ تو بھی ان سے محبت کر۔

آنحضورؐ کی مربیانہ شان اس واقعہ سے ظاہر ہوتی ہے کہ ایک دفعہ زکوٰۃ کی کھجوریں آئیں حضرت حسنؓ بہت چھوٹے تھے۔ آپؓ نے ایک کھجور منہ میں ڈال لی۔ آنحضورؐ نے آپؓ کے منہ میں انگلی ڈال کر وہ کھجور باہر نکالی اور فرمایا یہ لوگوں کا حق ہے تمہارا نہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے یہ تعلیم دی ہے کہ اپنے نوکر سے اس قدر حسنِ سلوک کرنا چاہیئے کہ وہ بھی خاندان کا ہی ایک فرد محسوس ہو۔ آنحضورؐ نے ساری زندگی کبھی بھی کسی عورت یا خادم پر ہاتھ نہیں اُٹھایا۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ

مَیں نے دس سال تک آنحضورؐ کی خدمت کی۔ آپ نے مجھے کبھی اُف بھی نہ کہی۔ اور نہ ہی کبھی یہ فرمایا کہ تو نے فلاں کام کیوں کیا یا فلاں کام کیوں نہیں کیا۔

(بخاری۔ کتاب الادب)

آنحضورؐ کی عائلی زندگی کا تذکرہ نامکمل رہے گا اگر مَیں آنحضورؐ کی اُن عبادات کا ذکر نہ کروں جن سے آپؐ کی محبتِ خداوند تعالےٰ کے علاوہ آپؐ کی مربیانہ شان کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ آنحضورؐ تہجد کی نماز ہمیشہ ہی گیارہ رکعت ادا فرماتے رہے لیکن ان کے حُسن اور ان کی لمبائی کے بارہ میں مت پوچھو۔ ایک بار آپؐ نے فرمایا؛

میری آنکھیں تو سو جاتی ہیں مگر میرا دل نہیں سوتا۔ (بخاری)

آپؓ فرماتی ہیں کہ جب رمضان المبارک کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو آنحضورؐ راتوں کو خود بھی جاگتے اور اپنے اہل وعیال کو بھی جگاتے اور عبادت کے لئے کمر کس لیتے۔ حضرت زینب بنت سلمہؓ فرماتی ہیں آنحضورؐ بالخصوص آخری عشرہ میں اپنے گھر والوں میں سے ہر اس شخص کو عبادت کے لئے جگاتے جو جاگنے کی طاقت رکھتا ہو۔ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ آنحضورؐ رات کو اتنی لمبی عبادت کرتے کہ لمبا عرصہ قیام کرنے کی وجہ سے آنحضورؐ کے پاؤں متورم ہو کر پھٹ جایا کرتے تھے۔ مَیں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ کیا خدا تعالیٰ نے آپؐ کی اگلی پچھلی سب خطائیں معاف نہیں فرما دیں؟ پھر آپؐ اتنی لمبی نمازیں کیوں پڑھتے ہیں۔ اس پر آنحضورؐ نے فرمایا؛

"اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا"

کیا مَیں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں؛

لَہٗ فِیْ عِبَادَۃِ رَبِّہٖ عَلٰی مُرْجَلٍ
وَفَاقَ قُلُوْبَ الْعَالَمِیْنَ تَعَبُّدًا
وَتَوَرَّمَتْ قَدَمَاکَ لِلّٰہِ قَائِمًا
وَمِثْلُکَ رَجُلًا مَّا سَمِعْنَا تَعَبُّدًا

آنحضورؐ کی دعائیں ہی تھیں جن کی برکت سے وہ سب سے بڑا معجزہ رونما ہوا جس کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دِنوں میں زندہ ہو گئے اور پُشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں یک دفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچا دیا اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اُس اُمّی بے کس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ وَآلِہٖ" (برکات الدعاء۔ روحانی خزائن جلد ۶ صـ ۱۱)

آنحضورؐ کی ان دعاؤں کی ماہیت کیا تھی؟ آنحضورؐ کے ایک صحابیؓ حضرت عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضورؐ نماز پڑھ رہے تھے۔ اور آنحضورؐ کے سینے سے رونے کی آواز

باقی صفحہ نمبر ۲۴ پر ملاحظہ فرمائیں

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور خدمت قرآن کریم

مکرم مولانا لئیق احمد طاہر ــــــ مبلغ انگلستان

ہمارے سیدو مولیٰ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے متعلق سائل کے جواب میں حضرت عائشہ صدیقہ ام المومنین نے ایک بار فرمایا تھا۔ کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْآن۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی قرآن کریم کا مرقع ہے۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ سارا قرآن کریم آپ کے اخلاق کریمانہ کا آئینہ دار ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فرزند جلیل سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح دوراں و مہدی مسعود کے ذوق و شوق مطالعۂ قرآن کریم کے بارہ میں حضرت مرزا سلطان احمد نے بیان فرمایا کہ کچھ نہیں تو کم از کم آپ نے اپنی زندگی میں ۱۰۰۰۰ مرتبہ قرآن کا دَور فرمایا ہوگا۔

آپ کے موعود فرزند حضرت مصلح موعود۔ مَثِیلُہٗ وَخَلِیفَتُہٗ۔ جو حسن و احسان میں آپ کے نظیر تھے کو آخری عمر میں آنکھوں میں تکلیف کے دوران جب ڈاکٹر نے مشورہ دیا کہ آنکھوں پہ زیادہ بوجھ نہ ڈالیں اور اگر پڑھنا ہی ہو تو بہت کم پڑھیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ مَیں تو ان دنوں میں بھی روزانہ کم و بیش دس بارہ پارے کی تلاوت کرتا ہوں

قرآن کریم کی خدمت۔ اس سے محبت، بے پناہ محبت کے بغیر ممکن نہیں اور چونکہ یہ خاص روحانی کتاب ہے۔ اس لئے نفس زکی کے بغیر اس کے علوم کی عقدہ کشائی ناممکن ہے۔ لہٰذا ایک حقیقی خادم قرآن کے لئے ضروری ہے کہ وہ پاک نفس کا حامل ہو مقدس روح اسے ودیعت کی گئی ہو۔ وہ گویا نور اللہ ہو اور آسمان سے اس کا پیوند ہو۔ مسیحی نفس ہو اور روحِ حق کا اس کثرت سے اس پر نزول ہو کہ وہ سچ مچ اپنے ربّ قدوس کے ہاں سے کلمۃ اللہ کے خطاب سے نوازا جائے۔ خدا کی روح اس میں ڈالی گئی ہو اور وہ خدا کے سایہ تلے پاک اور مطہر زندگی بسر کر رہا ہو۔

یہ وہ پیمانہ ہے جو قرآن کریم میں ایک عاشق قرآن کے لئے بیان ہوا ہے اور پیش گوئی مصلح موعود اس امر کی غماز ہے کہ آنے والا موعود لازمی طور پر اس پیمانہ پر پورا اترے گا۔ چنانچہ زمانہ شاہد ہے اور ہمارے اس مضمون کے آئندہ اوراق اس امر کی شافی گواہی مہیا کریں گے کہ سیدنا حضرت مصلح موعود کی زندگی کا ایک ایک سانس، آپ کے غور و فکر کا ایک ایک زیر و بم، اور آپ کی تمام تر جدوجہد کا منتہائے مقصود صرف اور صرف یہ تھا کہ کسی طرح قرآنِ کریم کی عظمت، عزّت اور حکومت دلوں پر قائم ہو جائے۔

پیشگوئی مصلح موعود میں ذکر ہے کہ اس موعود کے ذریعہ، کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہوگا۔

۲۰۔۲۱ سال کی عمر ہمارے معاشرہ میں کھیل کود کی عمر شمار کی جاتی ہے چھوٹی موٹی تقریر کر لینا یا کسی مقابلہ میں شریک ہو جانا بھی ایک بڑی بات سمجھی جاتی ہے لیکن جن لوگوں کو درس قرآن کریم دینے کا موقع ملا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ ایک بھاری ذمہ داری ہے اور حقیقی درسِ قرآن خدا تعالیٰ کی توفیق کے بغیر دینا امرِ محال ہے۔ حضرت مصلح موعود نے اس عمر میں ہی درسِ قرآنِ کریم شروع فرما دیا تھا۔ اور آپ کے سامعین میں جلیل القدر صحابہ کرام اور جید علماء تشریف فرما ہوتے تھے۔ یہ ایک نفسیاتی حقیقت ہے کہ ایک انسان اپنے سے کم تر یا ہم پلہ احباب میں کوئی درس دینے یا تقریر کرنے کی ہمت تو کر سکتا ہے، لیکن جہاں علوم شرقیہ کے ماہر، دیوبند اور علی گڑھ کے جید علماء، قرآنی علوم کے ماہر اور سال ہا سال درسِ قرآن دینے والے بزرگ اساتذہ موجود ہوں وہاں تو زبان وا کرتے ہوئے عام آدمی کا پِتّہ پانی ہوتا ہے۔ اس عظیم الشان علمی ماحول میں جہاں اکثریت ایسے ہی جلیل القدر صحابہ کی موجود تھی حضرت مصلح موعود نے ۱۹۱۰ء میں قرآن کریم کا درس شروع فرما دیا تھا۔ چنانچہ مدیر الحکم رقم طراز ہیں:۔

> ”آپ خدمت دین اور اشاعت اسلام کا جو جوش اپنے سینے میں رکھتے ہیں وہ اب عملی رنگ اختیار کرتا جاتا ہے اور قوم کے لئے بہت ہی مسرت بخش اور امید افزاء ہے۔ اللہ تعالیٰ روح القدس سے آپ کی مدد کرے۔“

وسط ۱۹۱۲ء سے آپ نے دن میں دو دفعہ درس دینا شروع کر دیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۲۲ سال کے قریب تھی۔ آپ نماز فجر اور ظہر کے بعد درس دیا کرتے تھے۔

(سوانح حضرت فضل عمر صـ۱۰۳)

سیدنا حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ عنہ کی زندگی میں پہلی بار حضرت مصلح موعود نے ۲۹ جولائی ۱۹۱۰ کو خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ خطبہ میں آپ نے إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَان کی ایسی اچھوتی، دلربا، اور ایمان افروز تفسیر بیان فرمائی کہ حضرت خلیفہ اوّل جیسے ماہر علومِ قرآن اور عاشقِ قرآن نے بے ساختہ اس کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:۔

> ”میاں صاحب نے لطیف سے لطیف خطبہ سنایا۔ وہ اور بھی الطف ہوگا اگر تم اس پر غور کرو گے۔ مَیں اس خطبہ کی بہت قدر کرتا ہوں اور یقیناً کہتا ہوں کہ وہ خطبہ عجیب سے عجیب نکات اپنے اندر رکھتا ہے“

(الحکم ۲۸ اکتوبر ۱۹۱۱ء)

مولانا عبدالماجد دریابادی برصغیر کے ایک نامور عالم اور وقائع نگار

ہیں آپ کی نظر بڑی وسیع اور علوم اسلامی پر آپ کو بڑا عبور حاصل تھا۔ تعصب سے پاک اور آزادئ رائے کے علمبردار بزرگ صحافی تھے۔ آپ نے حضرت مصلح موعود کے بارہ میں تحریر فرمایا:۔

"قرآن و علوم قرآن کی عالمگیر اشاعت اور اسلام کی آفاق گیر تبلیغ میں جو کوششیں انہوں نے سرگرمی اور اولوالعزمی سے اپنی طویل عمر میں جاری رکھیں۔ اللہ ان کا صلہ انہیں دے۔ علمی حیثیت سے قرآنی حقائق و معارف کی جو تشریح، تبیین و ترجمانی وہ کر گئے ہیں اس کا بھی ایک بلند و ممتاز مرتبہ ہے"۔

(صدق جدید ۱۸ نومبر ۱۹۶۵ء)

علامہ نیاز فتح پوری مرحوم و مغفور کے مطالعہ میں جب حضرت مصلح موعود کی تفسیر کبیر سورۂ ہود آئی تو آپ پھڑک اُٹھے اور وجد کی کیفیت میں آپ نے برملا اس کا یوں اظہار کیا:۔

"تفسیر کبیر جلد سوم آج کل میرے سامنے ہے۔ اور میں اسے بڑی نگاہ غائر سے دیکھ رہا ہوں اس میں شک نہیں کہ مطالعہ قرآن کا بالکل نیا زاویۂ فکر آپ نے پیدا کیا ہے اور یہ تفسیر اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل پہلی تفسیر ہے۔ جس میں عقل و نقل کو بڑے حسن سے ہم آہنگ دکھایا گیا ہے آپ کے تبحر علمی، آپ کی وسعت نظر، آپ کی غیر معمولی فکر و فراست، آپ کا حسن استدلال، اس کے ایک ایک لفظ سے نمایاں ہے اور مجھے افسوس ہے کہ میں کیوں اس وقت تک اس سے بے خبر رہا۔ کاش کہ میں اس کی تمام جلدیں دیکھ سکتا۔ کل سورۃ ھود کی تفسیر میں حضرت لوط پر آپ کے خیالات معلوم کر کے جی پھڑک گیا۔ اور بے اختیار یہ خط لکھنے پر مجبور ہو گیا۔ آپ نے ھٰؤلاءِ بناتی کی تفسیر کرتے ہوئے عام مفسرین سے جدا بحث کا جو پہلو اختیار کیا ہے۔ اس کی داد دینا میرے امکان میں نہیں۔ خدا آپ کو تا دیر سلامت رکھے"۔

(الفضل ۱۷ نومبر ۱۹۶۳ء)

سلسلۂ عالیہ احمدیہ کے ایک شدید مخالف، جن کی بیشتر زندگی احمدیت کی مخالفت میں گزری۔ اور وہ احمدیت کی روز افزوں ترقی دیکھ دیکھ کے ہمیشہ جلتے کُڑھتے رہے۔ اور باوجود اس کے کہ وہ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا کا منہ بولتا ثبوت تھے۔ لیکن تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ آج کل کے گندہ دہن مخالف علماء کے مقابلہ میں پھر بھی ان میں کچھ شرافت کا تخم موجود تھا یعنی مولانا ظفر علی خان ایڈیٹر زمیندار نے تحریر کیا۔

"احراریو! کان کھول کر سن لو۔ تم اور تمہارے لگے بندھے مرزا محمود کا مقابلہ قیامت تک نہیں کر سکتے۔ مرزا محمود کے پاس قرآن ہے۔ قرآن کا علم ہے۔ تمہارے پاس کیا خاک دھرا ہے تم میں ہے کوئی جو قرآن کے سادہ حروف بھی پڑھ سکے۔ تم نے کبھی خواب میں بھی قرآن نہیں پڑھا۔ تم خود کچھ نہیں جانتے تم لوگوں کو کیا بتاؤ گے۔ مرزا محمود کی مخالفت تمہارے فرشتے بھی نہیں کر سکتے"

(خوفناک سازش صد ۱۹۵)

اسی طرح جناب سید جعفر حسین بی۔ اے، ایل، ایل، بی حیدر آباد دکن نے تفسیر کبیر کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ رائے ظاہر فرمائی:۔

"مجھے اس تفسیر میں زندگی سے معمور اسلام نظر آیا۔ اس میں وہ سب کچھ تھا جس کی مجھے تلاش تھی۔ تفسیر کبیر پڑھ کر میں اسلام سے پہلی دفعہ روشناس ہوا"۔

(الفضل ۲۲ جون ۱۹۶۲ء)

قبل اس کے کہ ہم حضرت مصلح موعود کی تفسیر کے چند معنوی کمالات کا ذکر کریں۔ یہ تحریر کرنا ضروری ہے کہ آپ کا معلم حقیقی خود خدا تعالیٰ تھا۔ کیونکہ ظاہری اعتبار سے آپ کی صحت کا یہ عالم تھا کہ آنکھوں میں ککرے پڑ جانے کی وجہ سے بائیں آنکھ کی بینائی بالکل زائل ہو چکی تھی۔ اور جگر کی خرابی کی وجہ سے آپ کو چھ چھ مہینے تک مونگ کی دال کا پانی اور ساگ کا پانی دیا جاتا تھا۔ پھر اس کے ساتھ تلی بھی بڑھ گئی تھی اور خنازیر کی بھی شکایت تھی۔ بخار کا حملہ چھ چھ ماہ تک رہتا جس کی وجہ سے بزرگوں نے یہ فیصلہ کر دیا کہ آپ کی پڑھائی پر زیادہ زور نہ دیا جائے۔ اور انہیں اپنے ہی حال پر رہنے دیا جائے۔

پھر خط کا یہ حال تھا کہ اپنے ہی ہاتھوں سے لکھی ہوئی ایک تحریر دوبارہ نہیں پڑھ سکتے تھے ان حالات کے پیشِ نظر ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ آپ کی تعلیمی قابلیت کا معیار کیا ہوگا؟!

لیکن مصلح موعود کی الٰہی پیشگوئی کے مطابق اللہ تعالیٰ آپ کا معلم حقیقی بنا۔ اور بچپن ہی سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو علومِ قرآنی سکھانے شروع کر دیئے۔ چنانچہ سیدنا حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں۔

"میں چھوٹا ہی تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا، میں مشرق کی طرف منہ کر کے کھڑا ہوں اور میرے سامنے ایک وسیع میدان ہے اس میدان میں اس طرح کی ایک آواز پیدا ہوئی جیسے برتن ٹھکرانے سے ہوتی ہے۔ اور آواز فضا میں پھیلتی چلی گئی ہے اس کے بعد اسی آواز کا درمیانی حصہ متمثل ہونے لگا۔ اور اس میں ایک چھوٹا سا چوکھٹا ظاہر ہونا شروع ہوا۔ جیسے تصویروں کے چوکھٹے ہوتے ہیں۔ پھر اسی چوکھٹے میں کچھ ہلکے سے رنگ پیدا ہونے لگے۔ وہ رنگ روشن ہو کر تصویر بن گئے۔ اور اس تصویر میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ ایک زندہ وجود بن گئی۔ اور میں نے خیال کیا کہ یہ ایک فرشتہ ہے۔ وہ فرشتہ مجھ سے مخاطب ہوا۔ اور اس نے مجھے کہا کہ میں تم کو سورۃ فاتحہ کی تفسیر سکھاؤں؟ تو میں نے کہا کہ ہاں آپ ضرور مجھے اس کی تفسیر سکھائیں۔ تو پھر اس فرشتے نے مجھے سورۃ فاتحہ کی تفسیر سکھانی شروع کی۔ یہاں تک کہ وہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ تک پہنچا۔ یہاں پہنچ کر اس نے مجھ سے کہا کہ اس وقت تک جتنی تفاسیر لکھی جا چکی ہیں وہ اس آیت تک ہیں۔ اس کے بعد کی آیات کی کوئی تفسیر اب تک نہیں لکھی گئی۔ اور پھر اس نے مجھ سے پوچھا کہ میں اس کے بعد کی آیات کی تفسیر بھی تم کو سکھاؤں اور میں نے کہا۔ ہاں۔ جس پر فرشتہ نے مجھے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ اور اس کے بعد کی آیات کی تفسیر سکھانی شروع کی اور جب وہ ختم کر چکا تو میری آنکھ کھل گئی۔ اور جب میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ اس تفسیر کی

ایک دو باتیں مجھے یاد تھیں۔ لیکن معاً بعد میں سو گیا۔ اور جب اُٹھا تو تفسیر کا کوئی حصہ بھی مجھے یاد نہ تھا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد مجھے ایک مجلس میں اس سورۃ پر کچھ بولنا پڑا۔ تو میں نے دیکھا کہ اس کے نئے نئے مطالب میرے ذہن میں نازل ہو رہے ہیں۔ اور میں سمجھ گیا کہ فرشتہ کے تفسیر سکھانے کا یہی مطلب تھا۔ چنانچہ اس وقت سے لیکر آج تک ہمیشہ اس سورۃ کے نئے نئے مطالب مجھے سکھائے جاتے ہیں۔ جن میں سے سینکڑوں میں مختلف کتابوں اور تقریروں میں بیان کر چکا ہوں۔ اس کے باوجود وہ خزانہ خالی نہیں ہوا۔"

(تفسیر کبیر حضرت مصلح موعود سورۃ فاتحہ ص۶)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر فرماتے ہیں:-

"اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک فرشتہ کے ذریعہ مجھے قرآن کریم کا علم عطا فرمایا ہے اور میرے اندر اس نے ایسا ملکہ پیدا کر دیا ہے جس طرح کسی خزانہ کی کنجی مل جاتی ہے۔ اسی طرح مجھے قرآن کریم کے علوم کی کنجی مل چکی ہے۔ دنیا کا کوئی عالم نہیں جو میرے سامنے آئے اور میں قرآن کریم کی افضلیت اس پر ظاہر نہ کر سکوں۔"

(الفضل ۱۱ فروری ۱۹۵۸ء)

پھر فرمایا:- "خدا نے اپنے فضل سے فرشتوں کو میری تعلیم کے لئے بھجوایا اور مجھے قرآن کریم کے ان مطالب سے آگاہ فرمایا جو کسی انسان کے واہمہ اور گمان میں بھی نہیں آ سکتے تھے۔ وہ علم جو خدا نے مجھے عطا فرمایا۔ وہ چشمہ روحانی جو میرے سینے میں پھوٹا وہ خیالی یا قیاسی نہیں ہے بلکہ ایسا قطعی اور یقینی ہے کہ میں ساری دنیا کو چیلنج کرتا ہوں کہ اگر اس دنیا کے پردہ پر کوئی شخص ایسا ہے جو دعویٰ کرتا ہو کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اسے قرآن سکھایا گیا ہے تو میں ہر وقت اس سے مقابلہ کرنے کو تیار ہوں لیکن میں جانتا ہوں کہ آج دنیا کے پردہ پر سوائے میرے اور کوئی شخص نہیں جسے خدا کی طرف سے قرآن کریم کا علم عطا فرمایا گیا ہو۔"

(الموعود ص۲۱۰،۱۱)

اپنے مخالفین کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے انہیں تفسیر قرآن کا چیلنج دیا۔ اور فرمایا:

"آئیں بالمقابل بیٹھ کر قرآن کریم کی کسی آیت یا رکوع کی تفسیر لکھیں اور دیکھیں کہ کون ہے جس کے لئے خدا تعالیٰ معارف اور حقائق کے دریا بہاتا ہے۔ اور کون ہے جس کو اللہ تعالیٰ علوم کا سمندر عطا کرتا ہے۔ میں تو ان کے نزدیک جاہل ہوں، کم علم ہوں، بچہ ہوں، خوشامدیوں میں گھرا ہوا ہوں، ناتجربہ کار ہوں پھر مجھ سے ان کا مقابلہ کرنا کون سا مشکل کام ہے۔ وہ کیوں مرد میدان بن کر خدا تعالیٰ کی کتاب کے ذریعہ فیصلہ نہیں کر لیتے۔ اور کیوں گیدڑوں اور لومڑیوں کی طرح چھپ چھپ کر حملے کرتے ہیں۔"

(تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۱۹ء مرتبہ شیخ رحمت اللہ صاحب مطبوعہ ستمبر ۱۹۲۰ء)

مخالف مولویوں کو حضور نے بار بار جھنجوڑ جھنجوڑ کر قرآن کریم کی تفسیر کا مقابلہ کرنے کی دعوت دی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ جھوٹے اور بے دین کو وہ قرآن کریم کے پاک نکات اور علوم سے بہرہ اندوز نہیں کرتا۔ لکھنے کو تو بہتیرے ایسے ہیں جنہوں نے تفسیر کے نام پر جو اَلَمّ غَلَمّ دل میں آیا لکھ دیا۔ لیکن وہ تفسیر جو دلوں میں روحانیت پیدا کرتی ہے اور انسان کو تاریکی میں سے نکال کے اللہ تعالیٰ کے حصن حصین میں لے آتی ہے۔ ہر کس و ناکس کا کام نہیں کہ اس میدان میں قدم مار سکے۔ چنانچہ حق اور باطل میں فیصلہ کرنے کے لئے تفسیر قرآن کریم کے مقابلہ سے بہتر مقابلہ اور کون سا ہو سکتا ہے۔ حضور نے یہاں تک انہیں اجازت دی کہ اپنی مدد کے لئے جسے چاہیں بلا لیں۔ اور قرعہ کے ذریعہ کوئی مقام نکال کر تفسیر لکھیں۔ لیکن افسوس جنہیں کھوکھلے نعروں سے دنیا کی منفعت حاصل ہوتی ہو اور پیٹ کی آگ بجھانے کے علاوہ مذہب سے کوئی سروکار نہ ہو۔ انہیں ایسے مقابلوں میں پڑ کر اپنی پردہ دری کروانے کی کیا ضرورت ہے۔ چنانچہ جماعت احمدیہ پہ تکفیر کے فتوے لگانے والے علماء جب اس مقابلہ پر بھی آمادہ نہ ہوئے تو حضرت مصلح موعود نے ان کے لئے مزید آسانی پیدا کرتے ہوئے فرمایا:-

"میں نے بھی کئی بار چیلنج دیا ہے کہ قرعہ ڈال کر کوئی مقام نکالو۔ اگر یہ نہیں تو جس مقام پر تم کو زیادہ عبور ہو بلکہ یہاں تک کہ تم ایک مقام پر جتنا عرصہ چاہو غور کر لو۔ اور مجھے نہ بتاؤ پھر میرے مقابل پر آ کر اس کی تفسیر لکھو۔ دنیا فوراً دیکھ لے گی کہ علوم کے دروازے مجھ پر کھلتے ہیں یا ان پر۔ مگر کسی کو جرأت نہیں ہوتی کہ سامنے آئے۔"

(اخبار الفضل ۷ مارچ ۱۹۳۸ء)

اسے کہتے ہیں کہ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے اللہ تعالیٰ نے پیشگوئی مصلح موعود میں وعدہ فرمایا تھا کہ حضرت مصلح موعود کی ایک نمایاں علامت یہ ہوگی کہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کئے جائیں گے اور اس میں کسی کو کیا کلام ہو سکتا ہے کہ علوم باطنی میں سب سے عظیم الشان علم، علم قرآن ہے چنانچہ قرآن کریم کا رتبہ اور شرف ظاہر کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے خود آپ کو علومِ قرآنیہ سے منور کیا۔

اس میں کلام نہیں کہ آپ نے تفاسیر پہ بڑی گہری نظر ڈالی۔ صحت کی خرابی کے باوجود قرآن کریم کے عشق کی وجہ سے آپ کے افکار کی جولانگاہ یہی پاک کتاب اور اس کے مضامین تھے۔ حضور فرماتے ہیں:-

"میں نے قرآن کریم کو سمجھ کر پڑھا اور اسی سے فائدہ اُٹھایا اور اب اس قابل ہوا کہ تمام مخالف علماء کو چیلنج دیتا ہوں کہ کوئی آیت لے کر مجھ سے تفسیر کلام الٰہی میں مقابلہ کر لیں۔ میں انشاء اللہ تائید الٰہی سے اس کے ایسے معنی بیان کروں گا کہ تمام دنیا حیران رہ جائے گی۔"

(مصباح ۱۵ جنوری ۱۹۳۰ء)

پھر فرمایا:-

"میں جسے خدا تعالیٰ نے اس پیشگوئی کا مصداق قرار دیا ہے۔ تمام علماء کو چیلنج دیتا ہوں کہ میرے مقابلے میں قرآن کریم کے کسی مقام کی تفسیر لکھیں اور جتنے لوگوں سے اور جتنی تفسیروں سے چاہیں مدد لیں مگر خدا کے فضل سے پھر بھی مجھے فتح حاصل ہوگی۔"

(الفضل ۲۳ اپریل ۱۹۴۴ء)

"اب بھی میں یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ بے شک ہزار عالم بیٹھ جائیں اور قرآن مجید کے کسی حصہ کی تفسیر میں میرا مقابلہ کریں مگر دنیا تسلیم کرے گی کہ میری تفسیر ہی حقائق و معارف اور

روحانیت کے لحاظ سے بے نظیر ہے۔"

(الفضل ۱۶ اپریل ۱۹۴۴ء)

"دنیا کے کسی علم کا ماہر میرے سامنے آجائے۔ دنیا کا کوئی پروفیسر میرے سامنے آجائے۔ دنیا کا کوئی سائنس دان میرے سامنے آجائے اور وہ اپنے علوم کے ذریعہ قرآن کریم پر حملہ کر کے دیکھ لے میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسا جواب دے سکتا ہوں کہ دنیا تسلیم کرے گی کہ اس کے اعتراض کا ردّ ہو گیا اور میں دعویٰ کرتا ہوں کہ میں خدا کے کلام سے ہی اس کا جواب دوں گا۔ اور قرآن کریم کی آیات کے ذریعہ سے ہی اس کے اعتراضات کو ردّ کر کے دکھاؤں گا۔"

(الفضل ۱۸ فروری ۱۹۵۸ء)

حضرت حکیم مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ جیسے عاشقِ قرآن کریم سے آپ نے قرآن کریم پڑھا ان کا ذکر خیر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:-

"اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ آتے تو ہمیں بھی قرآن کریم حاصل نہ ہوتا۔ اب دیکھ لو یہی قرآن کریم ہے جس کو غیر احمدی چھپاتے پھرتے ہیں۔ مگر ہمارے ہاتھ میں وہ ایک تلوار ہے۔ پس ان کو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اگر آپ نہ آئے ہوتے تو ہم بھی دوسروں کی طرح ہی ہوتے۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ قرآن کریم کے لانے والے پر بھی درود بھیجیں اور اس پر بھی جس نے اس کو مردہ ہو جانے کے بعد دوبارہ زندہ کیا۔

پھر اس کام کو چلانے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جو منشا تھا اس کو پورا کرنے میں سب سے بڑا حصہ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالیٰ کا تھا۔ جو محبت حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالیٰ کو قرآن سے تھی اور جو جوش ان میں تھا وہ زبان سے ادا نہیں ہو سکتا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی سوکھی ہوئی شاخ ہو جو جلا دینے کے قابل ہو اور اس پر زور سے بارش پڑے اور اسے ہرا کر دے۔ جب کوئی قرآن کریم کا وعظ آجاتا تو ایسے معلوم ہوتا کہ سوکھی ہوئی شاخ ہری ہو گئی ہے۔ غرض جس قرآن کریم پر جماعت کو راسخ کرنے کا کام ہے اس میں ان کا بڑا حصہ ہے۔ خدا تعالیٰ ہمیں نئے علوم بھی دیتا ہے۔ مگر ان کا کام بہت بڑا ہے۔ پس قرآن کریم پڑھتے وقت ہم بھی اور ہماری نسلیں بھی ان کے احسان کو نہیں بھول سکتیں۔"

(ضمیمہ الفضل ۱۸ اپریل ۱۹۳۶ء)

قادیان میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ ہفتہ کے روز صبح کے وقت خواتین میں قرآن مجید کا درس دیا کرتے تھے۔ جس میں مستورات بہت کثرت سے شامل ہو کر استفادہ کرتی تھیں۔ ربوہ میں ہجرت کے بعد حضور جب ہنگامی کاموں سے فارغ ہوئے تو پھر آپ نے دوبارہ مستورات میں درس دینا شروع فرما دیا۔ چنانچہ ربوہ میں ۱۶ ستمبر ۱۹۵۲ء کو حضور نے پہلا درس قرآن دیا۔ جس کے نوٹس مصباح میں شائع ہوئے۔ یہ سلسلہ ۱۹۵۵ء میں بیماری کے حملہ تک جاری رہا۔ ربوہ کی مستورات بڑی تعداد میں انتہائی ذوق و شوق سے اس میں شامل ہوتی رہیں۔ حضرت مصلح موعود پر بیماری کا حملہ ۲۶ فروری ۱۹۵۵ء کو بروز ہفتہ شام کو ہوا تھا۔ اس دن بھی صبح آپ نے خواتین میں درس قرآن مجید دیا تھا۔

حضرت مصلح موعود کے ارشاد پر دینیات کلاس کے بعد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ اور نظارت تعلیم و تربیت کے اشتراک سے ۱۹۴۵ء میں پہلی تعلیم القرآن کلاس بھی شروع کی گئی تھی جو ۱۵ اگست سے ۲۵ ستمبر تک جاری۔ نمائندگان کی تعداد ۳۷ تھی۔ جو حسب استعداد دو جماعتوں میں تقسیم کر دیئے گئے۔ ہر ایک جماعت تعداد کے لحاظ سے دو فریقوں میں منقسم تھی اور قرار پایا کہ جماعت اوّل کو پانچ پارے تک ترجمہ پڑھایا جائے اور جماعت دوم کو دس پارے تک۔

کلاس کے طلباء کو حضرت مولانا تاج الدین فاضل لائلپوری۔ حضرت مولانا ابراہیم بقاپوری۔ حضرت قاضی محمد نذیر فاضل لائلپوری، اور حضرت قریشی محمد نذیر ملتانی نے قرآن کریم کا ترجمہ پڑھایا۔ (تاریخ احمدیت جلد ہشتم)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ کی ساری عمر خدمت قرآن کریم میں گزری حضور نے انتہائی جماعتی مصروفیات کے باوجود جو درس قرآن کریم دیئے، اور جو تفاسیر تصنیف فرمائیں۔ ان کے بارہ میں جلیل القدر علمائے ہند و پاک کے بعض تبصرے قارئین کرام ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ ان کتب تفسیر پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالنے کے لئے ان کی ضخامت اور فہرست ہدیہ قارئین کی جاتی ہے

(۱) حقائق القرآن۔ حضور نے اپریل ۱۹۱۴ء میں ایک سلسلہ درس شروع فرمایا۔ آپ نے سورۃ مجادلہ سے سورۃ طلاق تک درس دیا۔ اس درس کے نوٹس کتابی شکل میں شائع کئے گئے۔ جو ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

(۲) جنوری ۱۹۲۱ء سے مارچ ۱۹۲۱ء تک حضور نے سورۃ نور کا درس دیا نومبر ۱۹۲۱ء میں اس کی اشاعت درس القرآن کے نام سے ہوئی۔ اس کا حجم ۱۰۰ صفحے ہے۔

(۳) حضور نے ۱۹۱۷ء میں دس پاروں کا درس دیا۔ جو جون اور جولائی کے مہینوں میں جاری رہا۔ اس کے نوٹس کتابی شکل میں ۱۰۶ صفحوں میں معارف القرآن کے نام سے شائع ہوئے۔

(۴) تفسیر کبیر جلد نمبر ۳۔ سورۃ یونس تا کہف کی تفسیر ۲۰ ستمبر ۱۹۴۰ء کو شائع ہوئی۔ صفحوں کی تعداد ۱۰۰۷ ہے۔

(۵) تفسیر کبیر جلد ۶ جزو ۴ حصہ اوّل۔ یہ تفسیر سورۃ النباء سے سورۃ البلد پر مشتمل ہے۔ اور ۶ اگست ۱۹۴۳ء کو شائع ہوئی۔ اس کے کل صفحے ۶۲۸ ہیں۔

(۶) تفسیر کبیر جلد ۶ جزو ۴۔ حصہ دوم سورۃ الشمس تا زلزال پر مشتمل ہے اور ۲۵ دسمبر ۱۹۴۶ء کو کتابی صورت میں منصۂ شہود پر آئی۔ اس کے ۴۷۲ صفحے ہیں

(۷) تفسیر کبیر جلد نمبر ۱۔ سورۃ بقرۃ کے پہلے ۹ رکوع پر مشتمل ہے۔ ۲۳ مئی ۱۹۴۸ء کو شائع۔ کل صفحے ۵۴۸ ہیں۔

(۸) تفسیر کبیر جلد ۶، جزو ۴، حصہ سوم سورۃ عادیات تا سورۃ کوثر پر مشتمل ہے اس کے ۵۰۰ صفحے ہیں۔ اور ۲۵ دسمبر ۱۹۵۰ء کو شائع ہوئی۔

(۹) اردو بامحاورہ ترجمہ پر مشتمل جامع مختصر معرکۃ الآراء تفسیر۔ تراجم قرآن کریم میں یکتا مقام کی حامل ہے۔ ۱۹۵۷ء میں عام کاغذ پر شائع ہوئی۔ اس کے ۱۳۵۴ صفحات تھے۔ ۲۵ مارچ ۱۹۶۶ء کو اس کا عکسی ایڈیشن شائع ہوا جو ۱۸۵۴ صفحوں پر مشتمل ہے۔

(۱۰) تفسیر کبیر جلد ۵۔ حصہ اوّل۔ سورۃ حج، سورۃ مومنون اور سورۃ نور کی تفسیر ۱۹۵۷ء میں طبع ہوئی۔ جو ۴۱۲ صفحوں پر مشتمل ہے۔

(۱۱) تفسیر کبیر جلد ۴، سورۃ مریم، سورۃ طٰہٰ اور سورۃ انبیاء کی تفسیر ۱۹۵۸ء کو طبع ہوئی۔ اور اس کے ۵۷۹ صفحے ہیں۔

(۱۲) تفسیر کبیر جلد ۵۔ حصہ دوم۔ سورۃ الفرقان اور سورۃ الشعراء پر مشتمل ہے۔ اور ۱۹۵۹ء میں منظر عام پر آئی۔ اس کے کل ۵۰۸ صفحے ہیں۔

(۱۳) تفسیر کبیر جلد ۵، حصہ سوم۔ سورۃ نمل، سورۃ قصص اور سورۃ عنکبوت کی تفسیر ہے اور اس کے ۳۹۰ صفحے ہیں۔ اور یہ ۱۵ نومبر ۱۹۶۰ء کو شائع ہوئی۔

(۱۴) تفسیر کبیر جلد ا۔ سورۃ بقرۃ کے دسویں رکوع سے رکوع نمبر ۴۰، کی تفسیر حضور کے درسی نوٹوں کی مدد سے تیار کی گئی۔ حضرت مولوی محمد یعقوب زود نویس اور حضرت مولانا جلال الدین شمس نے اسے مرتب کرنے پر بڑی محنت اور عرق ریزی سے کام لیا۔ آپ کی معاونت مکرم مولانا ابو المنیر نور الحق صاحب نے کی۔ یہ تفسیر ۳، دسمبر ۱۹۶۴ء کو شائع ہوئی۔ اور کل ۶۶۰ صفحوں پر مشتمل ہے۔

آئیے اب حضور کی تفسیر کے چند معنوی کمالات کا ذکر بھی ہو جائے۔ طوالت سے بچنے کے لئے ہم صرف تفسیر صغیر کے چند نمونے اور ان کا دیگر تفسیروں سے موازنہ پیش کر رہے ہیں۔

قرآن کریم عصمت انبیاء علیہم السّلام کا داعی ہے۔ یہ اصول مدِ نظر رکھتے ہوئے۔ حضرت مصلح موعود نے آیت قرآنی

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ وَّلَا نَبِیٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤی اَلۡقَی الشَّیۡطٰنُ فِیۡۤ اُمۡنِیَّتِهٖ (الحج آیت ۵۳)

کا یہ ترجمہ فرمایا ہے۔ "اور ہم نے تجھ سے پہلے نہ کوئی رسول بھیجا نہ نبی۔ مگر جب بھی اس نے کوئی خواہش کی۔ شیطان نے اس کی خواہش کے راستہ میں مشکلات ڈال دیں۔

اس خوبصورت ترجمہ کے مقابلہ میں۔ مولانا فتح محمد خان جالندھری یوں ترجمہ کرتے ہیں۔

"ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول اور نبی نہیں بھیجا مگر اس کا یہ حال تھا کہ جب وہ کوئی آرزو کرتا تھا تو شیطان اس کی آرزو میں (وسوسہ) ڈال دیتا تھا۔"

اسی طرح عصمت انبیاء کا مضمون مدِ نظر رکھتے ہوئے حضرت مصلح موعود نے آیت " وَلَقَدۡ هَمَّتۡ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا۔" یوسف آیت ۲۵۔ کا یہ ترجمہ فرمایا ہے۔

"اور اس عورت نے اس کے متعلق (اپنا) ارادہ مکمل کر لیا اور اس (یوسف) نے بھی اس کے متعلق (اپنا) ارادہ (یعنی اس سے محفوظ رہنے کا) پختہ کر لیا۔"

اس ترجمہ کی صداقت بعد کی آیات یعنی

كَذٰلِكَ لِنَصۡرِفَ عَنۡهُ السُّوۡٓءَ وَالۡفَحۡشَآءَ اور
وَلَقَدۡ رَاوَدۡتُّهٗ عَنۡ نَّفۡسِهٖ فَاسۡتَعۡصَمَ اور
يُوۡسُفُ اَعۡرِضۡ عَنۡ هٰذَا وَاسۡتَغۡفِرِیۡ لِذَنۡۢبِكِ اور
حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِیۡمٌ

سے ثابت ہوتی ہے۔

اس حصہ کی جو تفسیر بعض سابق مفسرین کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ ہمارے قلم میں سکت نہیں کہ اسے ضبطِ تحریر میں لاسکیں۔ زمانہ حال کے چند تراجم بطور نمونہ پیش ہیں۔

جناب مولانا عبد الماجد دریابادی لکھتے ہیں۔

" اور اس عورت کے دل میں ان کا خیال جم ہی رہا تھا اور انہیں بھی اس عورت کا خیال ہو چلا تھا۔"

اور مولانا فتح محمد خان جالندھری یوں ترجمہ کرتے ہیں۔

" اور اس نے ان کا قصد کیا اور انہوں نے اس کا قصد کیا۔"

مولانا اشرف علی تھانوی قادری چشتی نے یہ ترجمہ کیا۔

" اور اس عورت کے دل میں تو ان کا خیال جم ہی رہا تھا اور ان کو بھی اس عورت کا کچھ خیال ہو چلا تھا۔

علامہ زمخشری لکھتے ہیں۔

"معناہُ وَلَقَدۡ هَمَّتۡ بِمُخَالَطَتِهٖ وَهَمَّ بِمُخَالَطَتِهَا"

(تفسیر کشاف جلد ۲، صـ ۱۰۵)

یعنی اس عورت نے جو عزیز کی بیوی تھی۔ بھی بُرا فعل کروانا چاہا۔ اور حضرت یوسف نے بھی اس عورت سے بُرا فعل کرنا چاہا۔

یہی معنی علامہ بیضاوی نے بھی کئے ہیں۔ (تفسیر بیضاوی جلد ۳، صـ ۱۲۰) اور اس سے اگلی آیت لَوۡلَاۤ اَنۡ رَّاٰ بُرۡهَانَ رَبِّهٖ سے متعلق لکھا ہے۔ وَقِيۡلَ تَمَثَّلَ لَهٗ يَعۡقُوۡبُ عَاضًّا وَقِيۡلَ قِطۡفِيۡرُ وَقِيۡلَ نُوۡدِيَ يَا يُوۡسُفُ اَنۡتَ مَكۡتُوۡبٌ فِي الۡاَنۡبِيَاءِ وَتَعۡمَلُ عَمَلَ السُّفَهَاءِ۔ کہ بعض نے کہا ہے کہ حضرت یوسف کے لئے ان کے والد حضرت یعقوب اپنی انگلیاں کاٹتے ہوئے متمثل ہو کر آ گئے۔ بعض نے کہا ہے کہ زلیخا کے خاوند قطفیر آ گئے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت یوسف کو یہ آواز آئی تھی کہ اے یوسف تو تو انبیاء میں لکھا گیا ہے۔ اور کام نادانوں جیسے کرتا ہے۔ ایسا ہی تفسیر جامع البیان میں ہے کہ حضرت یوسف برائی کا ارادہ رکھتے تھے۔ (تفسیر جامع البیان جلد ۲، صـ ۲۰۳) اور تفسیر جلالین میں بھی یہی ذکر ہے کہ حضرت یوسف کا ارادہ جماع کرنے کا تھا (تفسیر جلالین صـ ۱۲۷)

ہماری رائے میں مفسرین کو یہ غلطی چار وجوہات سے لگی۔ ایک تو زمانہ سابق میں بیشتر مفسرین اس امر پہ ناز کیا کرتے تھے کہ گو ہم ایک نئی کتاب تفسیر تو تالیف کر رہے ہیں لیکن اس میں ہمارا ایک لفظ بھی نہیں ہے۔ ہم نے صرف سابق تفاسیر یکجا کر دی ہیں۔ چنانچہ جو غلطی ایک مفسّر سے ہو گئی بعد کے مفسرین اسی کو پیٹتے رہے اور یوں غلطی پہ غلطی ہوتی رہی۔

دوسری وجہ یہ کہ اسرائیلیات پہ اندھا دھند اعتماد کرتے ہوئے مفسرین انہیں بے دریغ اپنی طرف منسوب کر کے قلم بند کیا۔

تیسری وجہ یہ کہ مفسرین نے عصمت انبیاء کا مضمون سمجھے بغیر بائبل کی تقلید کرتے ہوئے انبیاء علیہم السّلام کے مقام اور شرف کے سراسر خلاف رطب و یابس جمع کر کے اس پہ ناز کرنا شروع کر دیا۔ دَرۡ آنحالیکہ یہ تعیین کرنا ازبس ضروری تھا کہ ان کی تفاسیر کہاں کہاں خود قرآن کریم کی نص صریح کے خلاف ہیں۔

اور چوتھی وجہ ایسی فاش غلطیوں کی بے حد افسوس ناک ہے۔ اور وہ یہ کہ بعض مفسرین کی وفات کے بعد ان کے حاسدوں نے ان کی تفاسیر میں تحریف کر کے ایسی ایسی باتیں ان کی طرف منسوب کیں جن کا وہ تصوّر بھی نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ تفسیر در منثور۔ جو علامہ سیوطی کی تفسیر ہے اس میں اس آیت کی ایسی فحش تفسیر درج ہے کہ عقل انسانی یہ تسلیم کرنے کو ہرگز تیار نہیں

ہو سکتی کہ ایک مجدّد وقت نے ایسی تفسیر لکھی ہو۔ وہ وجود جن کا کام ہی یہ ہو کہ وہ مسلمانوں کی اصلاح کریں اور ان کی غلطیوں کا ازالہ کریں۔ وہ اپنے منصب کے خلاف کیسے کام کر سکتے ہیں۔

سیّدنا حضرت مصلح موعود کو اللہ تعالیٰ نے "مَثِیْلُہٗ وَخَلِیْفَتُہٗ"۔ کے عظیم الشّان منصب پہ فائز کر کے تفسیر قرآن کریم میں تجدید کا کام لیا۔ اور سابق مفسرین کی غلطیوں سے قرآن کریم کا چہرہ پاک صاف کر کے ایسے نکھار کے پیش کیا کہ غیر تو غیر خود بڑے بڑے مسلمان کہنے لگے کہ ہمیں تفسیر کبیر پڑھ کے پہلی بار اسلام سے روشناسی ہوئی ہے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے وقت کا استاد بنا کر بھجوایا تھا۔ چنانچہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی جناب سے ایسے علوم قرآنی سے مرصع فرمایا کہ ان سے آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ حضور فرماتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ نے مجھ پر قرآنی علوم اتنی کثرت کے ساتھ کھولے۔ کہ اب قیامت تک امت مسلمہ اس بات پر مجبور ہے کہ میری کتابوں کو پڑھے اور ان سے فائدہ اٹھائے۔ وہ کونسا اسلامی مسئلہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ اپنی تمام تفاصیل کیساتھ نہیں کھولا۔ مسئلہ نبوت۔ مسئلہ کفر۔ مسئلہ خلافت۔ مسئلہ تقدیر۔ قرآنی ضروری امور کا انکشاف۔ اسلامی اقتصادیات اسلامی سیاست اور اسلامی معاشرت وغیرہ پر تیرہ سو سال سے کوئی وسیع مضمون موجود نہیں تھا۔ مجھے خدا نے اس خدمت دین کی توفیق دی۔ اور اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے ہی ان مضامین کے متعلق قرآن کے معارف کھولے۔ جن کو آج دوست د دشمن سبھی نقل کر رہے ہیں۔ مجھے کوئی لاکھ گالیاں دے۔ مجھے لاکھ برا بھلا کہے جو شخص اسلام کی تعلیم کو دنیا میں پھیلانے لگے گا۔ اسے میرا خوشہ چین ہونا پڑیگا۔ اور میرے احسان سے کبھی باہر نہ جا سکے گا۔ چاہے پیغامی ہو یا مصری۔ (مولوی عبدالرحمٰن مصری مراد ہیں) ان کی اولادیں جب بھی دین کی خدمت کا ارادہ کریں گی۔ وہ اس بات پر مجبور ہوں گی کہ میری کتابوں کو پڑھیں اور ان سے فائدہ اٹھائیں۔ بلکہ میں بغیر فخر کے کہہ سکتا ہوں کہ اس بارہ میں سب خلفاء سے زیادہ مواد میرے ذریعہ سے جمع ہوا ہے۔ اور ہو رہا ہے پس مجھے یہ لوگ خواہ کچھ کہیں خواہ کتنی بھی گالیاں دیں۔ ان کے دامن میں اگر قرآن کے علوم پڑیں گے تو میرے ذریعہ ہی۔ اور دنیا ان کو یہ کہنے پر مجبور ہو گی کہ اے نادانو! تمہاری جھولی میں تو جو کچھ بھرا ہوا ہے وہ تم نے اسی سے لیا ہے۔ پھر اس کی مخالفت کس منہ سے کر رہے ہو۔"

(خلافت راشدہ تقریر حضرت مصلح موعود بر موقعہ جلسہ سالانہ ۲۹ دسمبر ۱۹۳۹ء)

حضرت مصلح موعود نے ۱۹۱۹ء میں خصوصیت کیساتھ اہل پیغام کے امیر مولانا محمد علی صاحب کو تفسیر قرآن کریم کے مقابلہ کیلئے بلایا۔ مگر وہ آمادہ نہ ہوئے۔ ۱۹۲۵ میں حضور نے علمائے دیوبند کو چیلنج دیا تو کسی نے اسے قبول نہ کیا۔ ۱۹۳۴ء میں احرار کو مقابلہ کی دعوت دی تو کوئی مرد میدان نہ بنا۔ ۱۹۴۴ء میں مولوی ثناء اللہ امرتسری اور مولوی عبدالرحمٰن مصری صاحب کو مقابلہ کا چیلنج دیا تو دونوں نے خاموشی میں ہی عافیت سمجھی۔ پھر آپ نے تمام دنیا کو چیلنج دیا کہ اس صفحہ ہستی پر جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ اسے خدا تعالیٰ کی طرف سے علم قرآن عطا کیا گیا ہے میرے مقابلہ پر آئے۔ مگر کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ مقابلہ پر آتا۔

آزمائش کیلئے کوئی نہ آیا ہر چند ∴ ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پھیلائے ہوئے علوم قرآنیہ سے ایک عالم کو منور فرمائے۔ اور خود ہمیں ان کے پڑھنے پڑھانے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ اور آپ کے دل میں عشق قرآن کا جو بے کراں سمندر متلاطم تھا اسی نسبت سے آپ کے درجات بلند فرمائے۔ اور مقامِ محمود سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

بقیہ : آنحضرت صلعم کی عائلی زندگی

اس طرح نکل رہی تھی جیسے کہ ہنڈیا کے اُبلنے کی آواز ہوتی ہے۔ (صحیح بخاری)

آج خداوند تعالیٰ جَلَّ شَأنُہٗ نے وہی بابرکت نظارہ دیکھنے اور سبق حاصل کرنے کا موقع حضرت محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ظلِّ کامل سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مقدّس ذات کے ذریعہ ایک بار پھر، پیدا فرما دیا ہے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ نے طاعون کے زمانہ میں ایک بار حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کو علیحدگی میں دعا کرتے سُنا۔ حضرت مولوی صاحب رضی اللہ عنہ کے بیان کے مطابق "آپ علیہ السلام کی آواز میں اس قدر درد اور سوزش تھی کہ سننے والے کا پِتّہ پانی ہوتا تھا اور آپ علیہ السلام اس طرح آستانۂ الٰہی پر گریہ و زاری کر رہے تھے جیسے کوئی عورت دردِ زِہ سے بیقرار ہو۔ میں نے غور سے سنا تو آپ مخلوقِ خدا کے واسطے طاعون سے نجات کے لئے دعا فرما رہے تھے کہ الٰہی اگر یہ لوگ طاعون سے ہلاک ہو گئے تو پھر تیری عبادت کون کرے گا۔" (تاریخ احمدیت جلد ۲ صفحہ ۶۰۵)

حضرات! آج جبکہ ہمارے پیارے امام نے ہمیں دعوتِ الی اللّٰہ کی طرف توجہ دلائی ہے ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور آپ صلعم کے روحانی فرزند حضرت احمدِ قادیانی علیہ السّلام کی دعائیں کبھی ناکام نہیں ہوں گی۔ بلکہ اُن دعاؤں کی برکت سے دنیا روحانی طور پر یقیناً زندہ ہو گی۔ اس یقین کے ساتھ ہمیں اپنے آقا کی آواز پر لبّیک کہتے ہوئے دعوتِ الی اللہ کے میدان میں آگے بڑھنا چاہیئے۔

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے بابرکت کلام پر اپنے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"ہمارے لئے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اُسوۂ حسنہ ہیں۔ ہماری بھلائی اور خوبی یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو آپ صلعم کے نقشِ قدم پر چلیں اور اس کے خلاف کوئی قدم نہ اُٹھائیں۔" (الحکم ۱۰ اپریل ۱۹۰۳ء)

"لَا شَکَّ أَنَّ مُحَمَّدًا خَیْرُ الْوَرٰی،
رِیْقُ الْکِرَامِ وَ نُخْبَۃُ الْاَعْیَانِ
یَا رَبِّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّکَ دَائِمًا،
فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا وَبَعْثٍ ثَانٍ"

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

رمضان گذارنے کا طریق

"جب آپ رمضان سے اس طرح گذریں کہ خدا آپ کو مل جائے تو یہ وہ رمضان ہے جو سچا رمضان ہے۔ اگر رمضان سے اس طرح گذر جائیں کہ خدا کو پائے بغیر پھر دوبارہ عام مہینوں میں داخل ہو جائیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے رمضان دیکھا ہی نہیں"۔

(ارشاد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

مقالہ خصوصی

ع - ب - ط

سسکتی انسانیت اور اس کا علاج

قارئین کرام! اگر ہم دنیا کے پردے پر ایک اچٹتی سی نگاہ ڈالیں تو یہ تلخ حقیقت ہمارے سامنے نمایاں ہوکر آتی ہے کہ آج کروڑوں ماں کے جائے فلاکت، بیماری اور گوناگوں آفات کا شکار ہوکر سسک رہے ہیں۔ صومالیہ میں معصوم انسانوں پر جو گزر رہی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ جنگ اور مفلسی میں مبتلا ان بے گناہوں کا بظاہر کوئی مستقبل نظر نہیں آتا۔ بوسنیا کے مسلمانوں پر جو قیامت ٹوٹی ہے وہ عالم اسلام کی تاریخ میں ہی نہیں بلکہ نوع انسانی کی تاریخ کا ایک ناقابل فراموش سیاہ باب ہے۔ ہندوپاک کے نقشے پر اگر نگاہ ڈالیں تو مذہبی جنون اور تعصب کا دھواں گلی گلی اور گھر گھر سے نکلتا دکھائی دیتا ہے۔ مساجد اور مندروں کی بربادی نے کروڑوں انسانوں کے دلوں کو مجروح کر کے رکھ دیا ہے غرضیکہ مشرق ہو یا مغرب انسان کا ایک معتد بہ حصّہ شدید دکھوں میں دکھائی دیتا ہے۔ یہ دکھ جسمانی بھی ہیں اور روحانی بھی۔ وہ انسان جو براہ راست کسی آفت یا جنگ سے متاثر نہیں ہیں وہ اپنے معاشرتی مسائل اور دیگر ذہنی اذیتوں میں مبتلا ہیں۔ پھر قدرتی آفات اس کے علاوہ ہیں، آئے دن سمندر اور دریاؤں کے طوفان اور زلزلے ہزاروں ہنستے بستے گھروں کو اجاڑ دیتے ہیں، آباد بستیاں کھنڈرات بن جاتی ہیں اور ترقی یافتہ ممالک کے تمام ذرائع بھی مصیبت زدہ انسانوں کی مدد کرنے اور ان کو آئندہ کے لئے آسمانی آفات سے بچانے میں بے بس دکھائی دیتے ہیں۔

کیا اس سسکتی انسانیت کے زخموں پر مرہم رکھنے والا کوئی نہیں؟ کیا اس کائنات کے مالک نے انسانوں کو اس لئے پیدا کیا تھا کہ وہ یہ چند روزہ زندگی صرف دکھوں اور مصائب میں گزار کر راہی ملک عدم ہوں، انسان اگر اس نہج پر سوچنا شروع کرے تو خیالات کے دھارے انسان کو مایوسی کی اندھیری وادیوں میں لے جا کر بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیتے ہیں۔ بظاہر دنیا میں حکومتوں کے ادل بدل، ذرائع ابلاغ کی چیخ وپکار، عالمی امن قائم کرنے کے ادارے اور ان کی آئے دن کی امن کانفرنسیں، سربراہان مملکت کی ملاقاتیں، دانشوروں کے مشورے، عالمی سطح پر امن کی اپیلیں اور منصوبہ بندی ان سب کا اگر تنقیدی جائزہ لیا جائے اور تجزیہ کیا جائے تو شدید مایوسی ہوتی ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انسانیت کے دکھ بجائے کم ہونے کے دن بدن گھناؤنے ہوتے جا رہے ہیں غرضیکہ آج کے دور میں دنیا کا ہر صاحب دل، صاحب عقل انسان کی سوچوں پر تفکرات کے گہرے سیاہ بادل چھائے ہوئے ہیں اور بظاہر فرار کی کوئی راہ نظر نہیں آتی اور وہی نظارہ دکھائی دیتا ہے جس کا نقشہ قرآن کریم نے یوں کھینچا ہے۔

يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۝ كَلَّا لَا وَزَرَ ۝ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ نِ الْمُسْتَقَرُّ ۝ (سورۃ القیمۃ آیت : ۱۱ تا ۱۳)

ترجمہ: اس وقت انسان کہے گا اب میں بھاگ کر کہاں جا سکتا ہوں۔ سنو آج بچنے کی کوئی جگہ نہیں مگر اس دن تیرے رب کے پاس ہی ٹھکانہ ہوگا۔

دنیا کے پردے پر ہونے والے واقعات کو دیکھنے اور سوچنے کے بعد جب انسان اپنی تھکی ہوئی نگاہ آسمان کی طرف اٹھاتا ہے تو رب العالمین، رحمٰن اور رحیم خدا کا تصور اور اس پر ایمان بیدار ہوتے ہیں۔ مایوسیوں اور ظلمتوں کے پردے چھٹنے شروع ہو جاتے ہیں اور خیالات میں ایک نئی تازگی پیدا ہو جاتی ہے اور دل میں مایوسیوں کی جگہ امید کی روشنی پیدا ہو جاتی ہے کہ آخر اس کائنات کا، اس مخلوقات کا ایک خدا ہے جس نے یہ تمام مخلوقات ایک خاص مقصد کے لئے پیدا کی ہے یعنی یہ کہ جس طرح تمام مخلوقات کا خالق ایک اور وحدہٗ لاشریک ہے اسی طرح اُس کی مخلوقات بھی امت واحدہ بن جائے اور ہر نسل اور ہر قوم اور کلچر کے لوگ آپس میں مل کر بھائیوں کی طرح زمین پر امن سے زندگی گزاریں اور ہر قسم کی نسل پرستی، نفرت اور حقارت کا خاتمہ ہو جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا:-

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ———— (سورۃ النساء آیت : ۱)

ترجمہ: اے انسانو! اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں نفس واحدہ سے پیدا کیا۔

نفس واحدہ کا ذکر کر کے قرآن کریم نے تمام نوع انسانی کو یہ پیغام دیا ہے کہ دنیا کے سارے انسان اپنے خالق کی نگاہ میں ایک جیسی وقعت رکھتے ہیں اور کسی گورے کو کالے پر یا کسی نسل کو دوسری نسل پر کوئی فوقیت حاصل نہیں اور یہ ذات پات اور رنگ ونسل کا امتیاز تو صرف باہمی پہچان کے لئے ہے جیسا کہ فرمایا:۔

وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ———— (سورۃ الحجرات آیت : ۱۴)

ترجمہ: اور تم کو کئی گروہوں اور قبائل میں تقسیم کر دیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔

غرضیکہ ساری نوع انسانی کو امت واحدہ بنانے کا عظیم الشان منصوبہ خدا نے اس طرح پورا کیا کہ خدا نے اپنا ایک پیارا دنیا میں رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا تا جس طرح خدا واحد یگانہ ہے اس طرح خدا کی مخلوق بھی زمین پر باہمی محبت و تودّت کے رشتے میں پرو کر ایک امت واحدہ بن جائے۔ خدا تعالیٰ نے ہمارے آقا و مطاع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ ——————— (الانبیاء آیت: ۱۰۸)

ترجمہ: (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے تجھے تمام عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اس آیت کریمہ میں ساری نوع انسانی کو یہ پیغام دیا گیا کہ اے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے تجھے کسی خاص قوم یا خاص رنگ و نسل کے لوگوں کے لئے نہیں بلکہ تیرا نمونہ، تیری تعلیم اور تجھ پر نازل ہونے والے قرآن عظیم میں یہ صلاحیت بدرجۂ اتم موجود ہے کہ وہ تمام دنیا کے مسائل کو حل کر سکے اور ہر زمانہ کے انسان کو دوسرے انسانوں کے ساتھ پُرامن رہنے کے گُر سکھا سکے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم جن کو خدا عزّ وجل نے رحمۃ للعالمین کا خطاب دیا آپؐ کے دل کو ایسا حساس بنایا کہ انسان تو انسان ایک معمولی پرندہ کی تکلیف بھی آپؐ کو بے چین کر دیتی تھی۔ آپؐ عام نوع انسانی کی ہدایت اور ان کے دُکھوں کے دور ہونے کے لئے خدا کے حضور گریاں رہتے اور ان کی خاطر شدید غم برداشت کرتے۔ قرآن کریم نے آپؐ کی دل کی کیفیت کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے۔

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ○ ——————— (سورۃ الشعراء آیت: ۴)

ترجمہ: اے نبی کیا تو اس غم میں اپنی جان ہلاک کر دے گا کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ کی ہدایت کو قبول کیوں نہیں کرتے۔

آپؐ کی قوت قدسیہ کا یہ اثر تھا کہ آپؐ کو جو امت عطا کی گئی وہ آپؐ کے نور سے فیضیاب تھی اس امت کو خدا نے ایسا دل عطا کیا جو دوسروں کی تکلیف کو محسوس کرتا ہے اور ان کے دکھوں کو دور کرنے کے لئے ہر قسم کے حالات میں مستعد رہتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ——————— (سورۃ البقرہ)

ترجمہ: (یعنی اے امت محمدیہ) تم دنیا کی بہترین امت ہو جو لوگوں کے فائدہ کے لیے بنائی گئی ہے۔

غرضیکہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم کی قوت قدسیہ کا فیض ہے کہ امت محمدیہ کے دلوں میں خدا تعالیٰ نوع انسانی کی ہمدردی بھر دی ہے اور اسی امت میں سے بعض راتوں کو اٹھتے ہیں جبکہ دوسرے لوگ محو خواب ہوتے ہیں یہ خدا کے حضور گریاں نوع انسانی کی بھلائی کے لئے دُعائیں کر رہے ہوتے ہیں یہی وہ پیاری امت ہے جس کے افراد دنیا کے کسی خطے پر بھی بھوک اور فلاکت کے ستائے ہوئے انسانوں کے لئے دلی ہمدردی کے جذبے سے پارچہ جات اور خوراک پہنچانے کا حتی المقدور اہتمام کرتی ہے۔ جماعت احمدیہ جرمنی کو خدا کے فضل سے کچھ عرصہ سے یہ توفیق مل رہی ہے کہ اس کے نوجوان ٹرکوں کو خود ڈرائیو کر کے اور خطرناک علاقوں سے گزر کر بوسنیا کے مظلوم مسلمان بھائیوں تک خوراک، کپڑے اور ادویات پہنچا کر خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کر رہے ہیں اور ہماری دلی دُعا ہے کہ جب تک ہمارے مظلوم مسلمان بھائیوں کی تکلیف کے دن دور نہیں ہو جاتے اُس وقت تک خدا تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنے بھائیوں کی ہر طرح مدد کر سکیں۔ جماعت احمدیہ کے روحانی سربراہ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کس درد سے اپنے خطبات میں نوع انسانی کے دُکھوں کا ذکر کر کے اپنی جماعت کو دُعاؤں کی طرف توجہ دلاتے ہیں اور مختلف تحریکات کے ذریعے ان مظلوم انسانوں کی مدد کرنے کی تلقین فرماتے ہیں اس کے علاوہ احمدیوں کی وہ نیم شبی کی دُعائیں اور گریہ زاری ہے جو آسمان پر ان مظلوموں کی تقدیر بدلنے کے سامان پیدا کرے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم نے فرمایا۔

مثل المومنین فی توادھم وتراحمھم وتعاطفھم مثل الجسد اذا اشتکی منہ عضو تداعی لہٗ سائر الجسد بالسھر والحمّی ——————— (متفق علیہ)

اس حدیث میں ہمارے آج کے مسلمانوں کیلئے یہ پیغام ہے کہ اگر بوسنیا میں مسلمانوں کا قتل عام کیا جا رہا ہے، اگر عراق کے مسلمانوں کو دوبارہ جنگ کی آگ میں جھونکنے کی سازشیں تیار کی جا رہی ہیں، اگر ہندوستان میں مسلمانوں کی مساجد منہدم کی جا رہی ہیں اور اُن کو آگ میں پھینکا جا رہا ہے، اگر پاکستان میں مذہبی تعصب جنون کی شکل اختیار کر کے معصوم انسانوں کے خون سے ہولی کھیل جا رہی ہے تو اس خیر امت کے ہر فرد کو شدید بے چین ہو کر اپنے بھائیوں کی دعاؤں کے ساتھ ساتھ حسب توفیق مادی وسائل کے ساتھ بیدار ہو جانا چاہیئے۔ ایک اور حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم اور ظالم کی مدد اس طرح کرو کہ اُس کے ہاتھ ظلم سے روک دو۔ چنانچہ اب وہ وقت آگیا ہے جہاں ہم اپنے مظلوم مسلمان بھائیوں کی دُعاؤں اور مادی وسائل کے ساتھ مدد کر رہے ہیں وہاں ان مسلمانوں کے ہاتھ بھی روکنے کی جدوجہد ہونی چاہیئے جو ظلم کی راہ سے اپنے ہی بھائیوں کے جان و مال کے لئے خطرہ بنے ہوئے ہیں اور اس طرح ساری دُنیا میں اسلام کو بدنام کرتے چلے جا رہے ہیں۔ خاص طور پر پاکستان میں ملّاں کے مذہبی جنون نے نہ صرف ملک کو تباہی کے کنارے لا کھڑا کیا ہے بلکہ ساری دنیا میں ذرائع ابلاغ کے پروپیگنڈہ کے نتیجے میں اسلام کی ایک تصویر بنتی چلی جا رہی ہے جسے کوئی بھی ذی شعور انسان کسی صورت میں قبول نہیں کر سکتا ہے۔ غرضیکہ اس وقت جماعت احمدیہ کے افراد نہ صرف غیروں کے ظلموں پر بلکہ اپنوں کے ظلموں پر بھی بے حد دُکھ محسوس کر رہے ہیں اور یہ وہی مبارک جذبہ ہے جو ہمیں محمد عربی صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم کی قوت قدسیہ کے فیضان سے حاصل ہوا ہے اور یہی وہ مبارک جذبہ ہے جو انسان کو اپنے بھائیوں کی حقیقی مدد پر ابھارتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"جماعت اس وقت بہت تکلیف میں ہے، ساری دنیا سے جماعت کے جو خط مل رہے ہیں ان میں نہایت بے بسی کا عالم ہے۔ عجیب مصیبت ہے کہ دونوں طرف کے دکھ ہمیں سہنے پڑ رہے ہیں، جب ہم پر مظالم ہوتے ہیں تو وہ بھی ہمارے دل پر ٹوٹتے ہیں، ہمارے ظلم کرنے والے بھائیوں پر جب مظالم ہوتے تو وہ بھی ہمارے دل پر ٹوٹتے ہیں بلکہ امر واقعہ تو یہ ہے کہ سچا مسلمان وہی ہے جو

رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ والہٖ وسلم کا غلام ہے جو صرف مسلمانوں کے دُکھ سے دُکھی نہیں ہوا کرتے تھے، ایک یہودی کے دُکھ سے بھی دُکھی ہو جایا کرتے تھے، ایک عیسائی کے دُکھ سے بھی دُکھی ہو جایا کرتے تھے، ایک مشرک کا دُکھ بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم کے دل کو تکلیف دیا کرتا تھا۔ اس رحمۃ للعالمین سے اپنا تعلق باندھو اسی میں تمہاری نجات ہے اور اسی کے ساتھ اسلام کی تمام ترقی کے راز وابستہ ہیں۔ ان رازوں کو سمجھو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہر میدان میں ترقی عطا فرماتا چلا جائے گا۔ خدا کرے کہ جلد اہل اسلام کو ہوش آئے۔

(خطبہ جمعہ بتاریخ ۱۱ دسمبر ۱۹۹۲ء، بمقام مسجد فضل لندن)

پس حقیقت یہی ہے کہ جب تک ایک خیر امت کا ہر فرد اپنے بھائیوں کے دُکھوں کو دیکھ کر دُکھی نہیں ہوتا جب تک رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے عالمگیر پیغام اور پُرامن تعلیمات کے ذریعے ساری نوع انسانی ایک امت واحدہ بن نہیں اُبھرتی آج کے دور کی سسکتی انسانیت کے دُکھ ہمیشہ کے لئے ختم نہیں ہو سکتے۔ خدا کرے وہ مبارک دن جلد از جلد آئیں جب دنیا کے تمام انسان ہر قسم کے دکھوں سے نجات پا جائیں۔ اللھم ارحم عبادکؐ۔

دُعا

اے خدا قلبِ پریشاں کو نویدِ عید دے
رہروِ راہِ محبت کو متاعِ دید دے
میرے شوقِ آگہی کو مطلعِ انوار کر
میری ہستی کو محیطِ گوہرِ اسرار کر
دوزخِ ہجراں بدل دے جنتِ دیدار میں
دانۂ تسبیح پرو دے رشتۂ زنّار میں
مصطفےٰؐ کا عشق دے میرے دلِ صد چاک کو
احمدیت کا جنوں دے بستۂ فتراک کو
انتہائے جستجو دے انتہائے راز دے
تا ابد جو اُڑ سکے وہ شہپرِ پرواز دے
جگمگا دے میری دنیا جلوۂ فاراں سے
لہلہا دے میرا گلشن کوثرِ رضوان سے
میری اُلفت کو ایاغِ بادۂ ایمان کر
میری ہستی کو چراغِ جادۂ عرفان کر
میرے نالوں کو درائے کارواں کا سوز دے
میری آہوں کو فروغِ انجمن افروز دے
کاسۂ دعوات بھر دے دولتِ دیدار سے
اے خدا مجھ کو بنا لے زمرۂ ابرار سے

مصلح الدین راجیکی

...... کشش جہات اُن کی

فلک کے ماہ و نجوم ان کے زمیں کی کُل کائنات ان کی
جو ہو رہے ہیں کسی حسیں کے حیات ان کی ممات ان کی

نہ وہ ہیں شرقی نہ وہ ہیں غربی شمال کے نے جنوب کے ہیں
سما گئے ہیں کچھ ایسے ہر سُو نظر میں ہے کشش جہات ان کی

ہزار تیغ و کفن سے اُلجھے ہزار دار و رسن سے گذرے
یہ پہنچ گئے ہیں وہ آستاں تک وفا کی راہِ ثبات ان کی

وہی ہیں وارث زمیں کے لیکن ہے ان کی یہ شانِ بے نیازی
کہ گاڑ لیں گے ہٹ کے خیمے ہو گرچہ نہرِ فرات ان کی

ہے دوستوں سے اگر مروّت تو دشمنوں سے بھی ہے مدارا
یہ حُسنِ طینت ہے ذات ان کی یہ خُلقِ عالی صفات ان کی

ہر ایک لمحہ ہر ایک وقفہ ہے ان کے نزدیک اِک امانت
کٹا کے سَر خاک میں تڑپنا ہے زندگی کی زکات ان کی

نصیرؔ کچھ لوگ جیتے جی ہی لقاء کی سرمستیوں میں گم ہیں
ہر ایک دِن روزِ عید ان کا ہر ایک شب شب برات ان کی

نصیر احمد خان

"رمضان المبارک اور تہجّد کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ جو روزے تہجّد سے خالی ہیں وہ ادھورے اور بے معنی روزے ہیں"
(سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ العزیز)

دُرِّ محمود

انتخاب از تحریرات و خطبات حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

"دُرِّ محمود" عنوان کے تحت ہم قارئین اخبار احمدیہ جرمنی کی خدمت میں حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کی تحریرات وخطبات سے منتخب شدہ ایسے اقوال و ارشادات سلسلہ وار پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ جن کا تعلق براہ راست انسان کی روحانی ترقی اور قوموں کی اصلاح کیساتھ ہے ——— ادارہ

مرتبہ:۔ زاہد ملک صاحب

احمدیّت

احمدیّت اللہ تعالیٰ سے ایسے تعلق کا نام ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے بندوں کا اتصّال ہوجائے اور بندہ اللہ تعالےٰ کے پیاروں اور محبوبوں میں شامل ہو جائے۔

(الازہار لذوات الخمار۔ حصّہ اوّل صـ۴۳۶)

ہماری جماعت تمدّن کا ایک نیا ظہور ہے۔

(خطبات محمودؓ۔ جلد اوّل صـ۱۵۲)

جس طرح پارہ ایک جگہ پر نہیں ٹکتا بلکہ وہ ہر آن اپنے اندر ایک اضطرابی کیفیت رکھتا ہے۔ اسی طرح تمہارے اندر وہ سیماب کی طرح تڑپنے والا دل ہونا چاہیئے۔ جو تمہیں اِس وقت تک چین نہ لینے دے۔ جب تک تم احمدیّت اور اسلام کی حقیقی رُوح کو دنیا میں قائم نہ کرو۔

(الازہار لذوات الخمار۔ حصّہ دوم صـ۱۱۸)

کوئی سچا احمدی ایسا نہیں جس کی زندگی میں کوئی نہ کوئی ایسی گھڑی نہ آئی ہو کہ اسے خدا تعالےٰ نہ ملا ہو۔ یہ خزانہ تو ہر ایک کو مل جاتا ہے آگے اُسے بڑھانا یا گھٹانا یا ضائع ہی کر دینا اپنے اختیار میں ہے۔ مَیں یہ نہیں مان سکتا کہ کسی احمدی کو خدا ملتا ہی نہیں۔ اگر تم کہو کہ اِس وقت سورج نہیں چڑھا ہوا۔ تو میں اسے مان سکتا ہوں اور تمہارے قول کے مقابلہ میں اپنے حواس کو غلطی پر تسلیم کر سکتا ہوں لیکن اس بات کو ایک لمحے کے لئے بھی نہیں مان سکتا کہ کوئی شخص سچّے دل سے حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لایا اور اُسے خدا نہیں ملا۔ مَیں تمہارے قول کو اپنے حواس پر ترجیح دے سکتا ہوں۔ مگر خدا کے قول پر ترجیح نہیں دے سکتا۔

(خطبات محمودؓ۔ جلد اوّل صـ۱۵۵)

یاد رکھو مغربی تہذیب و تمدّن اور فیشن ہرگز باقی نہیں رہیں گے بلکہ مٹا دیئے جائیں گے۔ اور ان کی جگہ دنیا میں اسلامی تمدّن قائم ہو گا۔ وہ آگ جو اس بارہ میں میرے دل میں ہے وہ جس دن بھڑکے گی خواہ وہ میری زندگی میں بھڑکے یا میرے بعد۔ بہر حال جب بھی بھڑکے گی دنیا کو بھسم کر دے گی۔ اس کا اندازہ یا مَیں کر سکتا یا میرا خدا۔ اور وہ بلا وجہ نہیں۔

(خطبات محمودؓ۔ جلد سوم صـ۴۶۰)

جو قوم یہ کہتی ہے کہ وہ دُنیا کو اس طرح اڑا دینے کی کوشش کر رہی ہے جس طرح ڈائنامیٹ پہاڑ کو اڑا دیتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ڈائنامیٹ کی طرح پھٹ کر اپنے آپ کو تباہ کر دے۔ کیا کبھی بارود خود قائم رہ کر کسی چیز کو اڑا سکتا ہے؟ یا ڈائنامیٹ اپنے آپ کو تباہ کئے بغیر کوئی تغیّر پیدا کر سکتا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو تمہیں اسی طرح کرنا پڑے گا۔ اگر تم تھوڑے ہو کر دُنیا کو فتح کرنا چاہتے ہو تو ڈائنامیٹ بن کر ہی فتح کر سکتے ہو۔ کیونکہ تھوڑا سا ڈائنامیٹ ہی ہوتا ہے جو ایک بڑے خطہ کو تہہ و بالا کر دیتا ہے

(منہاج الطالبین صـ۱۶)

ہر احمدی قصرِ احمدیّت کی ایک اینٹ ہے۔ اور اگر کسی وقت کسی اینٹ کو اس لئے توڑ کر پھینکنا پڑے کہ قصرِ احمدیّت کے لئے یہی مفید ہے تو اُسے اپنی انتہائی خوش قسمتی سمجھنا چاہیئے۔ دیکھو اینٹ جب تک مکان کی دیوار میں لگی رہے صرف اینٹ ہے لیکن مکان میں اگر کسی جگہ سوراخ ہو جائے۔ جس میں سے پانی اندر آنے لگے۔ اور اس وقت ایک اینٹ نکال کر اسے پیسا جائے اور اس طرح مصالحہ بنا کر سوراخ کو بند کر دیا جائے تو وہ

باقی صفحہ نمبر ۳۰ پر ملاحظہ فرمائیں

دوسری قسط

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کے

الزام کا جواب

بریلوی مسلک کے بانی عظیم البرکۃ امام اہلسنت مجدد مائۃ حاضرہ موید ملت طاہرہ اعلیٰ حضرت مولٰنا مولوی شاہ احمد رضاخاں صاحب قبلہ قادری اپنی کتاب "العطایا النبویہ فی الفتاوٰی الرّضویہ" جلد اوّل میں تحریر فرماتے ہیں۔

"ہاں ہاں عیسائیوں کا خدا مخلوق کے مارے سے دَم گنوا کر باپ کے پاس گیا اس نے اکلوتے کی یہ عزّت کی کہ اُس کی مظلومی و بے گناہی کی یہ داد دی کہ اُسے دوزخ میں جھونک دیا۔ اَوروں کے بدلے اُسے تین دن جہنم میں بھونا۔ ایسے کو جو روٹی اور گوشت کھاتا ہے اور سفر سے آکر اپنے پاؤں دھلوا کر درخت کے نیچے آرام کرتا ہے۔ درخت اونچا اور وہ نیچا ہے .... ایسے کو جس کا بیٹا اُسے جلال بخشتا ہے آریوں کے ایشور کی تو ماں اُس کی جان کی حفاظت کرتی تھی۔ عیسائیوں کے خدا کا بیٹا اُسے عزّت بخشتا ہے کیوں نہ ہو سپوت ایسے ہی ہوتے ہیں۔ پھر اُسے بے خطا جہنم میں جھونکنا کیسی محسن کشی نا انصافی ہے۔ ایسے کو جو یقیناً دغاباز ہے پچتاتا بھی ہے۔ تھک جاتا بھی ہے ایسے کو جس کی دو جورُئیں ہیں۔ دونوں یکی زناکار حد بھر کی فاحشہ۔ ایسے کو جس کے لئے زنا کی کمائی فاحشہ کی خرچی کہاں مقدس پاک کمائی ہے۔"

(العطایا النبویۃ فی الفتاوٰی الرّضویۃ۔ جلد ا کتاب الطہارۃ باب التیمم صفحہ ۷۴۰ و ۷۴۱

ناشر شیخ غلام علی اینڈ سنز تاجران کتب کشمیری بازار لاہور)

امرتسر سے اہلحدیث مسلک کے نامور عالم مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری صاحب کا اخبار "اہلحدیث" اپنی ۳۱ مارچ ۱۹۳۹ء بروز جمعہ کی اشاعت میں یہ لکھتا ہے۔

◎—صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسیح خود اپنے اقرار کے مطابق کوئی نیک انسان نہ تھے۔ شاید کوئی کہے کہ کسر نفسی سے مسیح نے ایسا کہا تو اس کا جواب یہ ہے کہ عیسائیوں کے اعتقاد کے مطابق مسیح کی انسانیت سب انسانوں کی انسانیت سے برتر ہے اور اس میں گناہ اور خطا کاری کا کوئی شائبہ نہیں۔ تو پھر جب وہاں کسی طرح کا نقص اور گناہ نہیں تو پھر مسیح کا اپنے آپ کو نیک کا مصداق نہ قرار دینا کیسے صحیح ہو سکتا ہے کیونکہ کسر نفسی سے وہی قول صحیح ہو سکتا ہے جس کی صحت کسی طرح سے ہو سکے۔ مثلاً اور لوگ کیسے ہی نیک ہوں مگر چونکہ ان کی انسانیت میں نقص ہوتا ہے تو بنابریں وہ اپنے کو ناقص کہہ سکتا ہے مگر حضرت مسیح کی انسانیت ہر برائی سے منزّہ ہے اس لئے وہاں نکوئی کی نفی کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتی۔ پس جب کسر نفسی کا عذر باطل ہوا تو نکوئی کی نفی کرنے سے مسیح کا اور انسانوں کی طرح غیر معصوم ہونا بداہتہً ثابت ہوا۔ اسی طرح انجیل کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسیح نے اجنبی عورتوں سے اپنے سر پر عطر ڈلوایا۔ (دیکھو متی ۲۶ مرقس ۱۴/۳ یوحنا ۱۲)

یوحنا میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ آدھ سیر خالص عطر استعمال اس عورت سے آپ نے کرایا۔ اس نے کچھ سر پر ڈالا (مرقس) کچھ پاؤں پر ملا (یوحنا) لوقا میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ

ایک عورت نے جو اس شہر کی بدچلن اور فاحشہ عورت تھی مسیح کا پاؤں دھویا پھر اپنے بالوں سے پونچھا پھر انہیں چوما اور ان پر عطر ملا (۷/۳۸) یہ واقعہ صرف لوقا میں ہے۔

ظاہر ہے کہ اجنبی عورت بلکہ فاحشہ اور بدچلن عورت سے سر کو اور پاؤں کو ملوانا اور وہ بھی اس کے بالوں سے ملا جانا کس قدر احتیاط کے خلاف کام ہے اس قسم کے کام شریعت الٰہیہ کے صریح خلاف ہیں۔ امثال میں کیا خوب لکھا ہے کہ

"بے گانہ عورت تنگ گڑھا ہے اور فاحشہ گہری خندق ہے وہ راہزن کی طرح گھات میں لگی ہے اور بنی آدم میں بدکاروں کا شمار بڑھاتی ہے۔" (امثال باب ۲۳۔ فقرہ ۲۸)

◎—اسی طرح انجیل کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ معجزہ سے شراب سازی کا کام لے کر اپنا جلال ظاہر کرتے تھے (دیکھو انجیل یوحنا ۲/۹)۔ یہ واقعہ صرف یوحنا میں ہے۔

دیکھو شراب جیسے ام الخبائث چیز کا بنانا اور شادی کی دعوت کے لئے اس شراب کو پیش کرنا اور خود شرابی اہل مجلس کی دعوت میں معہ والدہ کے شریک ہونا اسی یوحنا میں موجود ہے۔ حالانکہ شراب عہد عتیق کی کتابوں میں قطعی حرام قرار پا چکی تھی۔ حضرت یسعیاہ شراب پینے والوں کی بابت فرماتے ہیں۔

اُن پر افسوس جو مے پینے میں زور آور اور شراب پلانے میں پہلوان ہیں۔ (دیکھو یسعیاہ باب ۵ فقرہ ۲۲)

حضرت ہوشیع فرماتے ہیں:۔

"بدکاری اور مے اور نئی مے سے بصیرت جاتی رہتی ہے۔"
(ہوشیع ۴/۱۱)

دانی ایل نبی بھی شراب کو نجس اور ناپاک کرنے والی بتلاتے ہیں۔
(دانی ایل باب اوّل فقرہ ۸)

باوجود اس کے کہ اکثر عہد عتیق کی کتابوں میں اس کی ممانعت اور مذمت مذکور تھی لیکن مسیح نے شرائع انبیاء سابقہ کی کچھ پرواہ نہ کی اور بقول یوحنا شراب بنائی اور شرابی مجلس میں معہ والدہ کے شریک ہوئے۔ حالانکہ خود ہی فرماتے ہیں۔

"یہ نہ سمجھو کہ میں توراۃ یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرتے آیا ہوں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرتے آیا ہوں۔" (متی ۵/۱۷)

ان حالات میں مسیح کی شراب سازی خلاف شریعت فعل ہے۔

◎ انجیل کے مطالعہ سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسیح نے کذب کو روا رکھا ہے چنانچہ حضرت مسیح کا قول سردار کی لڑکی کی بابت اس طرح منقول ہے:۔

"تم کیوں غل مچاتے اور روتے ہو لڑکی مر نہیں گئی بلکہ سوتی ہے۔"
(متی ۹/۱۸، مرقس ۵/۲۹، لوقا ۸/۵۲)

اس کے بعد مسیح نے کہا اے لڑکی اٹھ۔ وہ لڑکی اُٹھ کر چلنے پھرنے لگی۔ اس موقعہ پر عیسائی کہتے ہیں کہ وہ لڑکی مرگئی تھی۔ حضرت مسیح کے معجزہ سے زندہ ہوئی۔ چنانچہ لوقا سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ لوقا کے الفاظ یہ ہیں:۔

"اُس کی روح پھر آئی وہ اسی دم اٹھی۔"
(اس بیان میں لوقا منفرد ہے)

روح پھر آنا دلالت کرتا ہے کہ اس کی روح نکل چکی تھی دوبارہ زندہ ہوئی۔ لہٰذا ضرور تسلیم کرنا پڑے گا کہ مسیح نے اس جگہ ناراست بات کہی اور خلاف واقعہ شہادت دی حالانکہ مسیح نے خلاف واقعہ بات کرنے سے خود ہی شاگردوں کو منع کیا ہے۔ (مرقس ۱۹/۱۱)۔ خون نہ کر، زنا نہ کر، چوری نہ کر، جھوٹی گواہی نہ دے۔ امثال ۱۹/۵ میں ہے کہ جھوٹا گواہ بے سزا نہ چھوٹے گا اور جھوٹ بولنے والا رہائی نہ پائے گا۔

اسی طرح یوحنا میں ہے۔

"لوگوں نے مسیح سے کہا کہ تم عید میں جاؤ۔ میں ابھی اس عید میں نہیں جاتا۔ لیکن جب اس کے بھائی عید میں چلے گئے اس وقت وہ بھی گیا۔" (یوحنا ۷/۸)

دیکھو حضرت مسیح نے عید میں جانے سے انکار کیا اور پھر چھپ کے گئے اور متی کے حوالہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح نے جھوٹ بولنے اور کتمان حق کرنے کی اجازت بھی دی ہے۔ چنانچہ متی میں ہے:۔

"تب اس وقت اس نے حکم دیا کہ کسی کو نہ بتانا کہ یہ یسوع مسیح ہے۔" (متی ۱۶/۲۰)

یہ مضمون لوقا اور مرقس میں بھی ہے۔

ظاہر ہے کہ جب امر حق کے پوشیدہ کرنے کا حکم فرمایا تو صراحتہً ثابت ہوا کہ اگر کہیں بتانے ہی کی ضرورت پڑے تو خلاف حق ناراست بات کہہ دو۔ ان واقعات سے مسیح کی تعلیم متعلقہ

صدق و کذب ظاہر و باہر ہے۔ (صہ ۹،۸)

(اس اخبار کی اشاعت کے اغراض و مقاصد میں یہ لکھا ہے کہ "دین اسلام اور سنت نبوی علیہ السلام کی اشاعت کرنا")

الغرض ان تحریروں سے قارئین یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان میں اس عیسیٰ کو پیش کیا گیا ہے جو اناجیل میں مذکور ہے۔

بقیہ : دُرِّ محمود

اینٹ مکان بن جائے گی۔ اسی طرح جو شخص قوم کے لئے فنا ہو جاتا ہے۔ وہ ثابت کر دیتا ہے کہ اس نے قوم کے لئے قربانی کی۔ اور جو قوم کو فائدہ پہنچانے کیلئے اپنے آپ کو قربانی کر دیتا ہے۔ وہ خود نہیں رہتا۔ بلکہ قوم بن جاتا ہے۔ یہ ہے وہ روح۔ جو ہر احمدی نوجوان کے دل میں پیدا ہونی چاہیئے۔ اور یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ جن میں یہ روح پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ معمولی انسان نہیں رہتے۔ اُن کے چہروں سے، اُن کی باتوں سے اور ان کے اعمال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زندہ انسان نہیں بلکہ مجسّم حدت ہیں۔

(مشعلِ راہ صہ ۴۴ بحوالہ الفضل ۱۲، اپریل ۱۹۴۱ء)

مَیں اپنی جماعت سے کہتا ہوں۔ مَیں نے پہلے بھی کئی دفعہ نصیحت کی ہے اور اب پھر کہتا ہوں کہ تمہارا سب سے بڑا مقصد یہ ہونا چاہیئے کہ خواہ کتنا ہی چھوٹا سہی مگر بہرحال تم اپنے دائرہ میں چھوٹے محمدؐ بن جاؤ، جس دن تم میں سے ہر شخص اپنے آپ کو ایک چھوٹا محمدؐ بنانے کی کوشش کرے گا، جس دن تم اُٹھتے بیٹھتے اور چلتے پھرتے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تصویر بن جاؤ گے اور جس دن تمہاری زندگی میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال کی جھلک پیدا ہو جائے گی۔ دُنیا سمجھ لے گی کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور تمہارے اعمال اور اخلاق اور کردار کو دیکھ کر اس کے دل میں تمہاری محبت بڑھتی چلی جائے گی۔ تم ایک زندہ اور مجسّم نمونہ ہو گے، تم چلتی پھرتی تبلیغ ہو گے، تم دنیا کے راہنما اور راہبر ہو گے۔ تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ کی طرف دنیا کو کھینچ کر لانے والے ہو گے اور وہ لوگ بھی آخر تمہارے نمونہ کو دیکھ کر بیتاب ہو جائیں گے اور کہیں گے کہ جب تک ہم سب سے بڑے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھ لیں، ہم صبر نہیں کر سکتے، تب دُنیا میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت قائم ہو جائے گی اور تمام بنی نوع انسان آپ کی غلامی میں شامل ہو جائیں گے۔

(سیر روحانی صہ ۸۱-۸۲)

میں احمدی کیسے ہوا

ذیل میں مکرم سعید احمد صاحب آف بٹور گجرات (پاکستان) کا ایمان افروز مضمون درج کیا جا رہا ہے۔ جو انہوں نے قبول احمدیت کے بعد تحریر فرمایا ہے۔ سعید صاحب ۱۹۸۶ء میں بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے تھے۔ قبولِ احمدیت سے قبل آپ گجرات کے مشہور دینی مدرسہ جامعہ عربیہ احیاء العلوم کے طالب علم تھے۔ قبولِ احمدیت کے بعد ان پر کیا بیتی خود ان ہی کی قلم سے پڑھیئے (ادارہ)

سب سے پہلے میں آپ کو یہ بتاتا چلوں کہ میں جامعہ عربیہ احیاء العلوم گجرات میں زیر تعلیم تھا اور ہمیں جامعہ میں جو پڑھایا جاتا تھا اس کورس میں احمدیت کے خلاف کتابیں شامل تھیں۔ جس کی وجہ سے میں بھی احمدیت کا سخت مخالف تھا۔ اس کورس میں احمدیت کی طرف بہت سی غلط چیزیں منسوب تھیں اور بہت سی غلط باتیں بھی منسوب تھیں۔ یعنی احمدی کلمہ نہیں پڑھتے۔ نماز نہیں پڑھتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کشمیر میں بنائی ہے۔ یہ انگریزوں کی بنائی ہوئی جماعت ہے وغیرہ۔ مطلب یہ ہے کہ اس بناء پر احمدیت کے متعلق میری معلومات میں اتنا غلط تاثر تھا کہ میں خود بھی یہی سمجھتا تھا کہ احمدی واقعی غیر مسلم ہیں اور مخالفت بھی بہت کیا کرتا تھا۔ احمدیوں کے خلاف جلوس بھی نکالے جلسے جلوسوں وغیرہ میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتا تھا۔ ربوہ میں بھی جلسہ و جلوس وغیرہ میں بھی حصہ لیا اور مولوی لوگ جو بکواس کرتے ہیں اس میں میں بھی شامل ہوا کرتا تھا۔ اس وقت یہ سب کام میں ثواب سمجھ کر کرتا تھا۔

احمدیت کی طرف توجہ کیوجہ:۔ وہ خاص واقع جس کی وجہ سے میں احمدیت کی طرف متوجہ ہوا۔ کچھ اس طرح ہے کہ ایک دن میں نے اخبار میں پڑھا کہ مسلمان احمدیوں کی عبادت گاہوں سے کلمہ مٹا رہے ہیں اور ایک احمدی نے کلمہ کا بیج لگایا ہوا تھا اس کو اس جرم میں تین سال کے لئے جیل بھیج دیا گیا اس خبر پر میں بہت حیران ہوا کہ ایک آدمی کلمہ کا بیج لگائے تو اس کو جیل میں بند کر دیا جاتا ہے۔ یہ سوال میں نے اپنے جامعہ کے پرنسپل صاحب سے کیا تو انہوں نے جواب میں کہا کہ احمدی غیر مسلم ہیں اِسلئے اس کو جیل بھیجا گیا اس جواب پر میں نے کہا یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ کلمہ لگانے والا غیر مسلم ہے لیکن میرا سوال کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر ایک غیر مسلم کو کلمہ کا بیج لگانے پر جیل بھیجا جائے پھر تو دوسرے غیر مسلم یہی سمجھیں گے کہ اگر زبان سے پڑھا تو پھانسی ہوگی۔ بتائیں اسلام کس طرح پھیلے گا۔ میں نے کہا کہ اگر ایک غیر مسلم کلمہ کا بیج لگاتا ہے تو ہمیں خوشی ہونی چاہیئے کیونکہ اگر غیر مسلم کلمہ پڑھتا نہیں تو کم از کم سینے پر تو ہمارے نبیؐ کا کلمہ لگا ہوا ہے۔ تو میرے پرنسپل صاحب کہنے لگے یہ بات تمہاری سمجھ کی نہیں ہے۔ تو میں نے کہا کہ میں بھی تو آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں کہ آپ مجھے سمجھائیں تو کہنے لگے پھر کسی وقت آنا اب میرے پاس وقت نہیں ہے۔ تو میں واپس اپنے کمرے میں گیا لیکن میرے ضمیر نے مجھے یہ سوچنے پر مجبور کیا کہ احمدیوں کے ساتھ کیسے رابطہ کیا جا سکتا ہے اور یہ کہ احمدیوں سے ملنا چاہیئے۔

احمدیت کے بارے میں اصلی معلومات:۔ ادھر جامعہ میں میرے ایک کلاس فیلو تھے جو چھوکر خورد کے رہنے والے تھے میں نے پوچھا کہ تمہارے گاؤں میں قادیانی ہیں مجھے وہاں کے کسی بڑے قادیانی کا ایڈریس لکھوا دو۔ کیونکہ مجھے ان سے کچھ کام ہے تو اس نے مجھے چھوکر خورد گاؤں جو کہ اب میری جماعت ہے۔ مجھے فیض الرسول صاحب کا ایڈریس دیا جو صدر جماعت ہیں میں نے ان کو خط لکھا کہ میں آپ سے احمدیت کے بارہ میں کچھ سوال کرنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ مجھے جلد از جلد جواب سے نوازیں تو مہربانی ہو گی۔ لیکن کافی دن انتظار کرنے کے بعد بھی کوئی جواب نہ ملا تو میں خود ہی چھوکر خورد چلا گیا۔ وہاں پر مجھے فیض الرسول صاحب تو نہ ملے لیکن اُن کے بڑے بیٹے غلام رسول صاحب سے ملاقات ہوئی۔ تو میں نے اُن سے اپنا مطلب بیان کیا اور اُن سے میں نے احمدیت کے عقائد کے بارے میں پوچھا۔ جب انہوں نے احمدیت کے عقائد بتائے تو میں بہت حیران ہوا کہ یہ عقائد تو مسلمانوں کے ہیں۔ میں نے انہیں کہا کہ یہ تو مسلمانوں کے عقائد ہیں آپ مجھے اپنے عقائد بتائیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے عقائد یہی ہیں اور ان عقائد پر ہماری جماعت عمل پیرا ہے تو پھر میں نے کہا۔ تو آپ کو غیر مسلم کیوں کہا جاتا ہے؟ تو غلام رسول صاحب نے کہا یہ سوال تو اُن سے کرنا چاہیئے جو کہتے ہیں۔ ہم تو اپنے آپ کو حقیقی اور سچے مسلمان سمجھتے ہیں۔

احمدیت کی تحقیق کے لئے کوشش اور مشکلات:۔ بہر حال میں احمدیت کے عقائد پوچھ کر واپس آگیا اور میرے اسی کلاس فیلو نے بتایا کہ کھاریاں میں اس کے عزیز احمدی بھی ہیں تو میں اس کے ساتھ جا کر اُن سے ملا تو انہوں نے مجھے آگے ایک احمدی بزرگ رفیع الدین صاحب سے ملایا۔

رفیع صاحب نے مجھے احمدیت کی بہت معلومات فراہم کیں اس کے بعد مجھے جب بھی کسی مسئلہ پر اختلاف ہوتا تو میں اس مسئلہ کے حل کے لئے اپنے جامعہ کے استادوں سے رابطہ کرتا۔ اور جب مجھے اپنے استادوں کے بتائے ہوئے مسائل میں اختلاف نظر آتا تو میں رفیع صاحب سے رابطہ قائم کرتا۔ میں جتنی دفعہ بھی رفیع الدین صاحب کے پاس کسی مسئلہ کے حل کے لئے گیا تو انہوں نے ہر بار مسائل میں مجھے مطمئن کر کے بھیجا۔ اس کے برعکس مجھے اپنے استادوں کے بتائے ہوئے مسائل پر اکثر اختلاف ہوتا اور میرے استاد صاحبان اختلافی میں مجھے مطمئن نہ کر سکے۔

ایک دفعہ میں نے اپنے ایک استاد صاحب سے یہ سوال کیا کہ دو گروہ ہیں ایک کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو گئے ہیں اور دوسرا کہتا ہے کہ زندہ آسمان پر اٹھا لئے گئے ہیں اور دونوں قرآن پاک سے ثابت کرتے ہیں آپ مجھے بتائیں کہ دونوں گروہوں میں سے کون سچا ہے تو میرے محترم استاد صاحب نے اپنے عقیدہ کے مطابق یہ آیت پیش کی

(اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَ رَافِعُکَ اِلَیَّ)

اور کہا کہ یہ آیت ثابت کرتی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ زندہ آسمان پر چلے گئے ہیں تو میں نے ان سے پوچھا میں نے عربی آپ ہی سے سیکھی ہے آپ مجھے یہ بتائیں کہ اس آیت میں سے جن الفاظ کا آپ نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ عیسیٰؑ زندہ آسمان پر چلے گئے وہ کونسے ہیں۔ تو جلدی سے گالی دے کر کہنے لگے "او خبیث تو قادیانی ہو گیا ہے میں تمہیں نہیں پڑھاؤں گا۔" اس کے بعد میں نے احمدیت کی تعلیم کی طرف زیادہ توجہ دی اور احمدیت کی دولت کو سمیٹنا شروع کیا اور احمدیت کی کتابوں اور لٹریچر کی طرف توجہ کی اور فائدہ حاصل کرتا رہا۔

احمدیت کی کتابیں اور لٹریچر پڑھنے کے بعد تاثرات

جب میں نے احمدیت کا ابتدائی لٹریچر پڑھا تو میرے تاثرات یہ تھے کہ احمدی جو لٹریچر مجھے پڑھنے کے لئے دیتے ہیں اس میں سے وہ باتیں جو اُن کے خلاف ہیں وہ انہوں نے نکال دی ہیں۔ کیونکہ مولوی حضرات نے ہمیں احمدیت کے متعلق یہی کچھ بتایا تھا۔ میں نے کافی کتابیں پڑھنے کے بعد جب کشتیٔ نوح اور دعوت الامیر وغیرہ کا مطالعہ کیا تو اس کے بعد میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر اسلام کی صداقت ہے تو وہ صرف اور صرف احمدیت میں ہے اور یہ حقیقت بھی ظاہر ہو گئی کہ جو الزامات علماء حضرات احمدیوں پر لگاتے ہیں وہ سراسر جھوٹ اور افتراء کا پلندا ہوتے ہیں اور انکی جماعت کے مقابل پر کوئی حقیقت نہیں۔

اس کے علاوہ مجھے جس کتاب نے زیادہ متاثر کیا وہ ہے کشتیٔ نوحؑ۔ اس کتاب کے پڑھنے کے بعد احمدیت کی پہچان کے لئے اور کسی کتاب کو پڑھنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ اس کتاب کے پڑھنے سے میرے سب اختلافات ختم ہو گئے تھے۔ یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ میں نے آج تک احمدیت کی کتب میں کسی قسم کا تضاد نہیں دیکھا ہے اور نہ ہے۔

کتابیں پڑھنے کے ساتھ ساتھ میں احمدی احباب سے بھی ملتا رہا جن میں بزرگ احمدی شامل ہیں۔ سب سے پہلے میں جس شخصیت سے ملا وہ غلام رسول صاحب ہیں جن کی رہائش چھوکر خورد میں ہے مجھے احمدیت کی ابتدائی معلومات ان ہی سے حاصل ہوئیں۔ ان کے علاوہ جن احباب سے میری ملاقات ہوئی اور اب بھی ہوتی ہے ان سب ہی سے متاثر ہوں لیکن جن شخصیات نے مجھے زیادہ متاثر کیا اور میری روحانیت کو جگایا وہ شخصیات دو ہیں۔ ایک میرے محسن تو کھاریاں کے ہیں جن کا اسم گرامی مکرم رفیع الدین ہے اور دوسرے میرے محسن بزرگوار جن کا اسم گرامی مکرم ڈاکٹر محمد عبداللہ ہے۔ ان دونوں احباب نے میری بہت زیادہ روحانی اور ظاہری اصلاح کی میں ان حضرات کا احسان مند ہوں۔ اس احسان کو میں زندگی بھر نہیں بھلا سکوں گا۔ کیونکہ ان احباب نے مجھے شفقتِ پدری دی جس سے مجھے روحانی زندگی ملی اور غیر از جماعت میں سے نکالا

احمدی ہونے پر غیر از جماعت دوست اور جماعت کے افراد کا مجھے سمجھانا۔

جب اللہ تعالیٰ کے فضل سے میری روحانی آنکھ کھلی تو میں نے چاہا کہ میں بیعت کر لوں مجھے میرے غیر از جماعت دوستوں نے سمجھایا کہ یہ لوگ (یعنی احمدی) ٹھیک نہیں تم ان میں شمولیت کی غلطی نہ کرنا ورنہ تم بھی غیر مسلم اور اسلام کے باغی کہلاؤ گے۔ غیر از جماعت دوستوں کے سمجھانے کا انداز اور تھا اور جماعت کے افراد کے سمجھانے کا طریق کچھ اور تھا کہ بیعت ابھی نہ کرنا سوچ لو بیعت کرنا تو آسان ہے آگے اس پر ثابت قدم رہنا مشکل ہے اس راستہ میں ماریں پڑتی ہیں۔ لوگ بائیکاٹ کر دیتے ہیں دوست، عزیز رشتہ دار چھوڑ جاتے ہیں۔ گھر سے نکلنا پڑتا ہے۔ ہر طرح کی تکلیفیں اور دکھ اٹھانے پڑتے ہیں۔ جب میں نے بیعت کر لی تو۔

احمدی احباب کا شک کی نظر سے دیکھنا :-

اکثر احمدی احباب کا مجھے علم ہوا کہ ان کو مجھ پر اعتماد نہیں۔ یہ بجا ہے وہ اس لئے شک کی نظر سے دیکھتے تھے کہ میں جامعہ کا طالب علم تھا۔ یہ ٹھیک ہے ایسا کرنا ہی جماعت کے مفاد میں ہے اگر جماعت ایسا طریق اختیار نہ کرے تو نہ جانے جماعت کو کیا کیا نقصان اٹھانے پڑیں۔ اس لئے جماعت کے مفاد کے لئے احتیاط کرنا ازحد ضروری ہے۔

رشتہ داروں کی مخالفت :-

جب میں نے بیعت کر لی تو گاؤں میں بلکہ پورے حلقہ میں جہاں کوئی بھی احمدی نہیں ہے یہ خبر آگ کی طرح پھیل گئی۔ اس دوران یعنی بیعت کرنے کی وجہ سے مجھے جامعہ سے نکال دیا گیا۔ جب میں جامعہ سے فارغ ہو کر گھر پہنچا تو گاؤں کا ہر فرد بلکہ حلقہ کے افراد جو مجھے جانتے تھے۔ اس طرح دیکھتے تھے جیسے میں کسی اور مخلوق میں سے ہوں۔ یا میں نے کوئی بہت بُرا کام کیا ہے۔ میں حیران ہوا کہ آخر ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے بہر حال میں گھر پہنچا تو گھر میں بھی پہلے ہی یہ اطلاع پہنچ چکی تھی۔ اور سب رشتہ دار عزیز دوست میرے پہنچنے پر اکٹھے ہو گئے۔ اور مجھ سے پوچھنے لگے کہ تم مرزائی ہو گئے ہو تو میں نے انہیں جواب دیا کہ نہیں میں تو احمدی ہوا ہوں تو میرے عزیز رشتہ داروں نے میرے اہل خانہ سے کہا کہ یہ کافر ہو گیا ہے اسے اب یہاں رہنے کا کوئی حق نہیں اسے گھر سے نکال دیا جائے بلکہ میرے اہل خانہ کو دھمکی بھی دی کہ اگر اسے نہ نکالا گیا تو ہم تمہارا بائیکاٹ کر دیں گے۔ اسی اثناء میں میرے عزیزوں نے گاؤں والوں کو بھی ساتھ ملا لیا اور مخالفت شروع کر دی اس کے

بعد مجھے میرے گھر والوں نے گھر سے نکال دیا اور ساتھ ہدایت دی گئی کہ جب قادیانیت چھوڑو گے پھر گھر آنا ورنہ تمہارے لئے اس گھر کے دروازے بند ہیں۔ گھر سے رخصت ہونے پر مجھے کافی تکلیف ہوئی اور مشکلات پیش آئیں۔ جن کی تفصیل کافی لمبی ہے۔

دوست احباب کی طرف سے مخالفت:۔

اسی اثناء میں عام لوگوں اور میرے قریبی دوستوں نے بھی میری مخالفت کا بیڑا اٹھایا اور مخالفت میں ایک دوسرے کا ساتھ دینے لگے۔ اور مجھے ہر طرح سے نقصان پہنچانے اور دُکھ دینے میں مصروف ہو گئے۔ اور اتنے دکھ دیئے کہ جتنے اللہ تعالیٰ نے میرے مقدر میں لکھے تھے اور جو خطاب مجھے ملے ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔ مرزائی بے مذہب، کافر گھر سے نکلتا تو ان ہی الفاظ سے پکارا جاتا نماز پڑھنے اور مسجد میں داخل ہونے سے روکا گیا اور مجھے گھر جانے کو کہا گیا حتی کہ سلام تک کا جواب دینے میں عار محسوس کرتے۔ دوسرے لوگ میرے ساتھ بات کرتے وقت ڈر اور گھبراہٹ میں مبتلا ہوتے کہ اگر کسی نے میرے ساتھ دیکھ لیا تو اس کی بھی شامت آجائے گی بلکہ میرے حلقہ کے دوستوں کے علاوہ دوسرے لوگوں نے بھی میری مخالفت میں قدم آگے بڑھائے اور میرے ساتھ کافی لڑائی جھگڑے بھی کئے گئے بہر حال اللہ تعالیٰ میری حفاظت کرتا رہا اور اب بھی حفاظت کر رہا ہے۔ مَیں نے اکثر لوگوں سے کہا اگر آپ کا کوئی اعتراض ہے تو مجھے بتائیں تاکہ میرے اور آپ لوگوں کے درمیان یہ اختلاف ختم ہوں۔ پھر کوئی کہتا یہ انگریز کا خود کاشتہ پودا ہے اور کوئی پاکستان کے غدار کہتا اور کوئی اسلام دشمن بنا دیتا جب میں نے ان ان سوالات کے جواب دیئے یا سوالوں کے جواب دیتا تو اس وقت تو مانتے کہ تم ٹھیک کہتے ہو لیکن بعد میں پھر انکار کر دیتے۔

وہ چیز جس نے مجھے ثابت قدم رکھا:۔

وہ صرف احمدیت کی سچائی اور وہ حقیقی اسلام اور پختہ اور نیک ارادہ تھا اور خصوصاً اللہ تعالیٰ کا خاص فضل تھا جس کی بناء پر مَیں احمدیت پر قائم رہا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ طاقت اور توفیق بخشی اور مَیں نے احمدیت کو قبول کیا اور اللہ تعالیٰ نے آخری زمانہ کے امام کو پہچاننے کے لئے وہ آنکھیں عطا کی اور مَیں نے اقرار کیا۔

بحضور رسالت مآب

سرور کائنات۔ فخر موجودات۔ رحمۃ للعالمین۔ خاتم النبیین۔
حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

میرے دل وجان سے پیارے آقا! یہ آپ ؐ کے غلاموں کا غلام ادنیٰ سے ادنیٰ چاکر آپ ؐ کے ارشاد کی تعمیل میں آپ ؐ کے عظیم روحانی فرزند جلیل امام الزمان، مسیح موعود مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لاکر اُن کے حضور آپ ؐ کا سلام عرض کرتا ہے۔

منجانب سعید احمد آف بٹور
تاریخ بیعت ۸۶، ۱۱، ۳۰

مَیں تو گناہ گار تھا یہ سب اللہ تعالیٰ کا مجھ پر بہت بڑا احسان ہے جس کا شکریہ ادا کرنے کے لئے وہ الفاظ نہیں جن میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر سکوں میرے لئے یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے۔

موجودہ تاثرات:۔

اب مَیں یقین کامل کیساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر حقیقی اسلامی روح کہیں ہے تو وہ صرف اور صرف احمدیت میں ہے۔ اب مَیں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ جب تک مَیں زندہ ہوں اللہ تعالیٰ مجھے احمدیت پر قائم رکھے اور نظام خلافت کے ساتھ پختگی کے ساتھ وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ کیونکہ اس کے علاوہ نجات کا کوئی راستہ نہیں اور میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری آنے والی نسلوں کو بھی احمدیت پر قائم رکھے۔ مجھے بھی اور آنے والی نسلوں کو بھی سلسلہ کا سچا خادم بنائے۔ آمین۔

DAS

انشورنس

احباب توجہ فرمائیں

اقتصادی ترقی کے اس جدید دور میں نظام انشورنس ایک بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ بزنس ہو یا اس معاشرے میں کام کرنے والا ایک فرد۔ انشورنس دونوں سطحوں پر معاشی تحفظ فراہم کرتی ہے۔ کونسی انشورنس پالیسی آپ کو کیا تحفظ فراہم کرتی ہے۔ اس سلسلہ میں میری پیشہ وارانہ رائے آپ کو ایک بہتر فیصلہ پر پہنچنے میں مدد دیگی۔ مَیں D.A.S. انشورنس کمپنی کا ایک تربیت یافتہ مستقل نمائندہ ہوں۔ میری پیشہ وارانہ خدمات آپ کے لئے حاضر ہیں۔ ہر طرح کی انشورنس کیلئے رابطہ کریں۔

SHAHID ABBASI
EMDENER STR 25,
6230 F.F.M. 8.
TEL: 069 387673

Wir wollen, daß Sie ganz sicher sind

"زنانہ ومردانہ شلوار قمیض سوٹ"

ہمارے پاس محدود تعداد میں زنانہ ومردانہ شلوار قمیض (سوٹ) انتہائی مناسب دام پر برائے فروخت موجود ہیں۔ خریداری کے خواہشمند خواتین وحضرات تشریف لانے سے قبل درج ذیل ٹیلی فون پر وقت کا تعین کر لیں تاکہ انفرادی توجہ دی جا سکے۔

منجانب : مسز طارق ، مسز محمود

LIXFELDER WEG-39 6000 FRANKFURT M-90
TEL: 069-788986/782440

احمدی بھائیوں کی

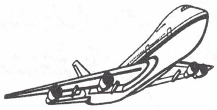

پُراعتماد ٹریولنگ ایجنسی

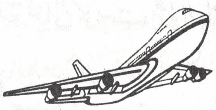

آپکو دُنیا میں کہیں بھی بذریعہ ہوائی جہاز سفر کرنا مقصود ہو ہم آپکو اپنی خدمات پیش کرتے ہیں ٭ ماہ مارچ میں عید الفطر کے

موقع پر ہماری خصوصی رعایت سے فائدہ اٹھائیں اور پاکستان میں اپنے عزیز واقارب کے ساتھ عید منائیں

جلسہ سالانہ انگلستان کیلئے بھی جو انشاء اللہ جولائی کے آخر میں منعقد ہو گا ٹکٹوں کی بکنگ کیلئے قبل از وقت تشریف لائیں

بکنگ جاری ہے ٭ اور سہولت کے ساتھ سفر کریں

نیز ہمارے ہاں انگریزی اور اُردو کا جرمن زبان میں ترجمہ کروانے کا بندوبست بھی ہے

آپ کے خدمت کے منتظر

عبدالسمیع (المعروف وینٹے وکیل والے) منیر احمد چوہدری (المعروف سوشیال ڈیلسنٹ ایئرپورٹ)

INDO-ASIA REISEDIENST

Am Hauptbahnhof 8, 6000 Frankfurt am Main 1

Tel. (0 69) 23 61 81 Fax (0 69) 23 07 94

فرینکفرٹ میں آپ کا جانا پہچانا نام

اکمل سوئیٹ سینٹر

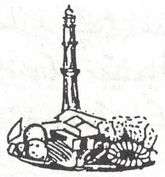

سموسے پکوڑے — رس گلے — بالوشاہی — لڈو، برفی — لڈو موتی چور

شامی کباب — شکرپارے — نمک پارے — میٹھی جلیبیاں — گلاب جامن — بادام کی برفی

نیز کچے سموسے بھی حاصل کئے جا سکتے ہیں

AKMAL *SWEET CENTRE*

Kaiserstr. 53, 6000 Frankfurt am Main 1

Telefon (0 69) 23 48 47 & 55 63 94

حاجی محمد اکمل

احمدی وفد کا

بوسنیا کا آنکھوں دیکھا حال

مُرسلہ : وکالتِ تبشیر — لندن

مورخہ ۸ جنوری ۱۹۹۳ء کو جرمن جماعت کے دو نمائندے بوسنیا کے مسلمانوں کی امداد کے لئے بمعہ امدادی سامان (کھانے کا سامان، دوائیاں اور کپڑے) لے کر ایک بوسنین مسلمان بھائی ایوب دین کے ساتھ بوسنیا کے لئے روانہ ہوئے۔ یہ سفر ۱۴ جنوری تک جاری رہا۔ انہوں نے ۸ مختلف کیمپوں کا دورہ کیا۔ ان کی ویڈیو فلم بنائی۔ اور ان تک امدادی سامان پہنچایا۔ یہ امدادی سامان ایک جرمن ریلیف ادارے (IFIAS) کے ساتھ مل کر پہنچایا گیا۔ امید ہے کہ جلد جماعت احمدیہ جرمنی خود ایسا ادارہ بنانے میں کامیاب ہو جائے گی۔ جس کے بعد ہم آزادانہ طور پر کسی بھی ملک میں امدادی سامان پہنچانے کے قابل ہو جائیں گے۔

یہ سفر کوبلنز جرمنی سے شروع ہو کر براستہ RIJEKA . CELJE کے بعد بذریعہ فیری SPLIT (جو کہ کروشیا کا شہر ہے) سے ہوتے ہوئے C.I.O.V.O کے مہاجرین کیمپ میں پہنچے۔ جہاں چھ صد کے قریب بوسنین مہاجر ٹھہرے ہوئے ہیں۔ چند مردوں کے علاوہ بھاری تعداد بچوں اور عورتوں پر مشتمل ہے۔ جو لوگ ۱۳ جولائی کے بعد کروشیا میں داخل ہوئے۔ کروشین گورنمنٹ ایسے لوگوں کو نہ تو کوئی امدادی سامان مہیا کرتی ہے۔ اور نہ ہی انہیں قانونی مہاجر تصور کرتی ہے۔ اور کیمپ ایسے ہی لوگوں پر مشتمل ہے۔ ان لوگوں نے یہ کہہ کر کہ ہمارا بھی مسلمانوں کی مہمان نوازی کرنے کا حق ہے ہمیں بھی کھانے میں شامل کیا۔

اس کیمپ میں ہم پہلے امدادی سامان لیکر جانے والے ہیں۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ ان کا گزر بسر کیسے ہوتا ہے۔ شدید سردی میں چھوٹے جوتے آگے سے کاٹ کر پہنتے ہیں کہ پورے آجائیں۔ عورتیں پلاسٹک اور ربڑ کی جوتیاں پہنتی ہیں۔ ہمارے جرمن ہمسفر ان کی اس کسمپرسی کی حالت کو دیکھ کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ ہماری بھی کیفیت کچھ ایسی ہی تھی۔ مگر صبر کا دامن ہم نے تھامے رکھا۔ ترجمان کے ذریعے جب بات ہوئی تو انہوں نے جواب دیا کہ امدادی سامان محاذِ جنگ پر بھیج دیں وہاں ان کو زیادہ ضرورت ہے۔ یہ واقعہ بالکل ان صحابہؓ کے واقعہ کی طرح ہے جنہوں نے دوسروں کی ضروریات کو اپنی ضرورت پر ترجیح دی۔ ان میں سے کسی خاتون کے پاس سر ڈھانپنے کے لئے کوئی کپڑا وغیرہ نہیں ہے۔ نماز کی ادائیگی میں انہیں اس دقت کا سامنا ہے کہ سر ننگے ہیں۔ انہوں نے صرف سر ڈھانپنے کے لئے کپڑوں کا ہی مطالبہ کیا۔ مسلمان بچوں کو کروشین سکولوں میں جانے کی اجازت نہیں۔ ایک مسلمان پروفیسر عورت نے بچوں کو پڑھانے کا انتظام کیا ہے۔ ان بچوں کی تعداد چھ صد کے قریب ہے۔ مگر کاغذ، پنسل اور کاپی کتاب کچھ بھی ان کے پاس نہیں اگر انہیں یہ سامان پہنچا سکیں تو عظیم خدمت ہوگی۔

اطلاعات کے مطابق سربیئن لوگوں نے یہ جنگ باقاعدہ منصوبے کے تحت شروع کی۔ جنگ سے چند دن پہلے ہر قسم کی ٹرانسپورٹ غائب کر لی گئی۔ اور ہر طرح کا کھانے کا سامان بوسنیا سے خرید کر سربیا میں سٹاک کر لیا گیا۔ سراجیوو میں سامان خورد و نوش بیحد مہنگا ہے۔ عورتوں اور بچوں کو نہایت بھیانک طریقے پر ذبح کیا جاتا ہے۔ مثلاً سر ہتھوڑے کے ساتھ کچل کر لاش پانی میں بہا دیتے ہیں۔ اور یہ سربیا کے لوگوں کا معمول ہے۔

"بوسنیا کے فنڈ میں جماعتِ احمدیہ کو دل کھول کر آگے قدم بڑھانا چاہیئے۔ خدا تعالیٰ جماعت کے اموال میں برکت پر برکت دیتا چلا جائے گا ...... بوسنیا میں جہاد کرنے والے بہت ہی دردناک حالت میں دین کی خاطر بڑا عظیم جہاد کر رہے ہیں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ ۲۹ جنوری ۱۹۹۳ء)

خداتعالیٰ کی رحمت جذب کرنے کا ذریعہ

نمازِ تہجّد

ارشاداتِ عالیہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جہاں عباد الرحمٰن کی یہ خصوصیّت بتائی گئی ہے کہ وہ مصائب اور مشکلات کے اوقات میں جو رات کی تاریکیوں سے مشابہت رکھتے ہیں دعاؤں اور گریہ وزاری سے کام لیتے اور خدا تعالیٰ کے آستانہ پر جھکے رہتے ہیں وہاں اس میں تہجّد کی ادائیگی بھی عباد الرحمٰن کا شعار قرار دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ ان کی راتیں خراٹے بھرتے ہوئے نہیں گزرتیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی محبّت اور عبادت میں گزرتی ہیں۔ وہ جسمانی تاریکی دیکھ کر ڈرتے ہیں کہ کہیں ان پر روحانی تاریکی بھی نہ آجائے۔ اور وہ دعاؤں اور استغفار اور انابت سے خدا تعالیٰ کی رحمت کو جذب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے نمازِ تہجّد کی اہمیّت ان الفاظ بیان فرمائی ہے کہ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیْلِ ھِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِیْلًا (مزمّل) یعنی رات کا اُٹھنا انسانی نفس کو مسلنے میں سب سے زیادہ کامیاب نسخہ ہے اور رات کو خدا تعالیٰ کے حضور سجدہ میں گرے رہنے والوں کی روحانیت ایسی کامل ہو جاتی ہے کہ وہ ہمیشہ سچ کے عادی ہو جاتے ہیں۔ رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کو نمازِ تہجّد کا اِس قدر خیال رہتا تھا کہ آپؐ بعض دفعہ رات کو اُٹھ کر چکر لگاتے اور دیکھتے کہ کون کون تہجّد پڑھ رہا ہے۔ ایک دفعہ مجلس میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا ذکر آگیا کہ وہ بڑی خوبیوں کے مالک ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں بڑا اچھا ہے بشرطیکہ تہجّد بھی پڑھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان دنوں حضرت عبد اللہ بن عمر تہجّد پڑھنے میں سُستی کرتے ہوں گے۔ رسول کریمؐ نے اس ذریعہ سے انہیں توجہ دلائی کہ وہ اپنی اس سُستی کو دور کریں چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے اسی دن سے تہجّد کی نماز میں باقاعدگی اختیار کر لی۔

ایک دفعہ رات کے وقت آپؐ اپنے داماد حضرت علیؓ اور اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کے گھر گئے اور باتوں باتوں میں دریافت فرمایا کیا تم تہجّد بھی پڑھا کرتے ہو۔ حضرت علیؓ نے کہا یا رسُول اللہ! پڑھنے کی کوشش تو کرتے ہیں مگر جب خدا تعالیٰ کے منشاء کے ماتحت کسی وقت آنکھ نہیں کھُلتی تو نماز رہ جاتی ہے آپؐ اسی وقت اُٹھ کر اپنے گھر کی طرف چل پڑے اور بار بار فرماتے وَکَانَ الْاِنْسَانُ اَکْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا (بخاری کتاب الکسوف باب التہجّد فی الّیل) یعنی انسان اپنی غلطی تسلیم کرنے کی بجائے مختلف قسم کی تاویلیں کر کر کے اپنے قصور پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ آپؐ کا مطلب یہ تھا کہ بجائے اس کے کہ وہ اپنی غلطی کا اعتراف کرتے انہوں نے یہ کیوں کہا کہ جب خدا کا منشاء ہوتا ہے کہ ہم نہ جاگیں تو ہم سوئے رہتے ہیں۔ اِسی طرح اپنی غلطی کو اللہ تعالیٰ کی طرف کیوں منسوب کیا۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ اگر رات کو میاں کی آنکھ کھلے اور وہ تہجّد کے لئے اُٹھے تو اپنی بیوی کو بھی تہجّد کے لئے جگائے اور اگر وہ نہ اُٹھے تو اس کے مُنہ پر پانی کا ہلکا سا چھینٹا دے اور اگر بیوی کی آنکھ کھل جائے اور اس کا میاں جگانے کے باوجود نہ اُٹھے تو اُس کے مُنہ پر پانی کا ہلکا سا چھینٹا دے۔ آپؐ تہجّد کی اہمیّت پر اس قدر زور دیا کرتے تھے کہ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالےٰ رات کے آخری حصّہ میں اپنے بندوں کے قریب آجاتا ہے اور ان کی دعاؤں کو دن کی نسبت بہت زیادہ قبول کرتا ہے۔

آپؐ نے ایک دفعہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ انسان نوافل کے ذریعہ مجھ سے اتنا قریب ہو جاتا ہے کہ مَیں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سُنتا ہے۔ اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں ہو جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ رات کا اٹھنا انسان کو اللہ تعالیٰ کے کس قدر قریب کر دیتا ہے۔

(تفسیر کبیر جلد ششم صد ۵۶۲-۵۶۳)

"ہماری جماعت کو چاہیئے کہ وہ تہجّد کی نماز کو لازم کرلیں جو زیادہ نہیں وہ دو ہی رکعت پڑھ لے کیونکہ اس کو دعا کرنے کا موقع بہر حال مِل جائے گا۔ اس وقت کی دعاؤں میں ایک تاثیر ہوتی ہے کیونکہ وہ سچّے درد اور جوش سے نکلتی ہیں۔ جب تک ایک خاص سوز اور درد دل میں نہ ہو اس وقت تک ایک شخص خوابِ رحمت سے بیدار کب ہو سکتا ہے؟ پس اس وقت کا اُٹھنا ہی ایک درد دل پیدا کر دیتا ہے جس سے دُعا میں رقّت اور اضطراب کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور یہی اضطراب اور اضطرار قبولیت دُعا کا موجب ہو جاتے ہیں لیکن اگر اُٹھنے میں سُستی اور غفلت سے کام لیتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ درد اور سوز دل میں نہیں۔"

(ملفوظات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام جلد پنجم)

محترمہ آمنہ بیگم صاحبہ کا ذکر خیر

ایک نیک بی بی کی یاد میں

محترم مولانا محمد منور صاحب، سابق مبلغ افریقہ

اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرا گھر جنّتِ ارضی کی مثال بنا رہا ہے۔ میری پہلی شادی ۱۹۴۰ء میں ہوئی۔ ہمارے گھر کا ماحول نہایت خوشگوار رہا بارہ سال بعد دوسری شادی ہوئی۔ اس کے بعد بھی اہلی زندگی بے حد پُرسکون رہی۔ بچّے بڑے ہوئے اور اُن کی شادیوں کا مرحلہ آیا۔ تب بھی ہم میں باہم اتحاد و اتفاق رہا۔ عمر بھر ہم نے جہیز کا معاملہ گفتگو کا موضوع نہ بنایا۔ میری بیویاں میرے عزیزوں اور بزرگوں سے احترام سے پیش آتیں اور میں ان کے والدین کا پورا پورا ادب کرتا رہا۔

جب ہم گھر میں اکٹھے ہوتے تو ایک دوسرے پر جان نثار کرتے اور جب مَیں خدمتِ دین کے لئے ملک سے باہر چلا جاتا تو بھی دلوں میں دوری کا خیال تک نہ آتا۔ والدہ مبارک احمد جن کا انتقال ۶ جون ۹۲ء کو ہوا میری زوجیت میں باون سال رہیں۔ مَیں نے حساب لگایا تو معلوم ہوا کہ اس عرصہ میں ۲۶ سال وہ مجھ سے دور رہیں۔ تنہائی میں عورتوں کو کئی قِسم کی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ لیکن خدا کی اس نیک بندی نے کبھی شکایت نہ کی۔ ایک دو بار صرف اس قدر لکھا کہ افسوس ہے اپنی بیماری کی وجہ سے پردیس میں مَیں آپ کی کوئی خدمت نہیں کر رہی۔ ہر حال میں صبر کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے ہمیں زندگی بخشی ہے جب اس کی مرضی ہوگی ہمیں باہم اکٹھا کر دیگا۔ والدہ مبارک احمد محبّت اور وفا کا مجسّمہ تھیں اور حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اس شعر کی کامل مصداق کہ

صادق آں باشد کہ ایّام بلا
مے گزارد با محبّت با وفا

مَیں نے ان کی زندگی کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ ان کے دل میں سب کے لئے خیر ہی خیر اور ہمدردی ہی ہمدردی کے جذبات تھے۔ اس لئے ان کی وفات سے دل پر شدید چوٹ لگی ہے۔ ہماری جنّت کے جو پانچ کونے تھے۔ دو بیویاں، دو بچّے اور خاوند۔ ان میں سے ایک خدا تعالیٰ کے حکم سے الگ ہو گیا ہے۔ ہم سب اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہیں۔ مجھے جب ان کی جدائی کا غم زیادہ دباتا ہے تو عالمِ خیال میں صوفی تبسم کا یہ شعر زبان پر آجاتا ہے۔

شاید تمہیں بھی چین نہ آئے میرے بغیر
شاید یہ بات تم بھی گوارا نہ کر سکو

ہمارے پیارے آقا کا یکم اگست ۱۹۹۲ء کا جلسہ سالانہ لندن کے دوسرے دن کا خطاب جس میں حضور انور نے احمدی خواتین کی متعدد قربانیوں کا ذکر فرمایا ہے۔ میرے لئے مہمیز بن گیا ہے۔ ذیل کی سطور میں مَیں نے جدا ہونے والی حُور صفت کے کچھ اوصاف حمیدہ ان کے لئے دعا کی درخواست کے ساتھ درج کئے ہیں۔ امید ہے جان سے پیارے آقا اور میرے تمام روحانی بہن بھائی ان کے درجات کی بلندی کے لئے دعا کر کے ممنون فرمائیں گے اور میرے لئے بھی نیک انجام کی اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعا کرتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

۲۵ دسمبر ۱۹۴۰ء کو سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے ہمارے نکاح کا بیتِ مبارک میں اعلان فرمایا۔ رخصتانہ کے لئے ۲۹ دسمبر کی تاریخ مقرر ہوگئی۔ جامعہ احمدیہ کے قریب ابّا جان نے ایک نیا مکان کرائے پر لے لیا اور محترم خاں صاحب سے دریافت کیا کہ بارات میں کتنے افراد شامل کئے جائیں۔ حضرت خاں صاحب نے جواباً فرمایا کہ بیٹی تو مَیں نے ایک ہی کو دینی ہے۔ آپ جتنے افراد شامل کرنا پسند کریں کر لیں۔

صرف افرادِ خانہ پر مشتمل چند افراد بارات کے ساتھ گئے۔ اور رخصتانہ لے آئے۔ میرے چچا جان بھی اس شادی پر بہت خوش تھے۔ کیونکہ یہ معاملہ حضرت دادا جان کی منظوری سے طے پایا تھا۔ اور ان کی اطاعت ہر حال میں ان پر واجب تھی۔ چند دن کے بعد جلسہ کی رخصتیں ختم ہو گئیں۔ میرے والدین اپنی بہو کو لے کر لودھراں چلے گئے اور مَیں ہاسٹل جامعہ احمدیہ لوٹ آیا اور تعلیم حسبِ معمول جاری رہی۔

آئندہ سال ابّا جان قادیان آئے اور محلہ دار الفضل میں ہمارے لئے ایک مکان خرید لیا۔ ہم بالا خانے میں رہنے لگے اور نچلا حصّہ کرائے پر دے دیا گیا۔ تھوڑے دنوں بعد والدہ محترمہ بھی ہمارے پاس آگئیں۔ اپنی بھانجی کو بھی تعلیم کے لئے قادیان لے آئیں۔ جس نے بعد میں میری دوسری بیوی بننا تھا۔ میری پہلی بیوی ہم سب کی خدمت میں مصروف ہو گئیں۔

اگلے سال مَیں نے درجہ ثانیہ کا امتحان دیا۔ جو پنجاب یونیورسٹی کا مولوی فاضل کا امتحان کہلاتا تھا۔ مَیں اپنی جماعت میں اوّل یونیورسٹی میں سوم اور فرسٹ ڈویژن میں کامیاب ہوا۔ میری بیوی نے خوشی کا اظہار کیا اور کہا کہ آپ کو یہ پوزیشن میری وجہ سے ملی ہے مجھے اس سے اختلاف کرنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی اور ان کی بات مان لی گئی۔

ہمارے مولوی فاضل کے امتحان کے بعد حضرت سیدنا مصلح موعودؓ نے مسلسل خطبات جمعہ میں جماعت کے نوجوانوں کو وقف زندگی کیطرف

بلایا۔ مَیں نے بیوی سے مشورہ کیا انہوں نے کہا۔ اس سے بڑی خوش قسمتی اور کیا ہوگی۔ مَیں نے وقفِ زندگی کا فارم پُر کر دیا۔ وقف منظور ہو گیا۔ پہلے مہینے کے اختتام پر مجھے دس روپے الاؤنس ملا۔ ہماری خوشی کی انتہا نہ رہی وقف بھی منظور اور ساتھ روپے بھی۔

جنوری ۴۶ء سے دسمبر ۴۶ء تک کا عرصہ ہم میاں بیوی نے الگ الگ گزارا اور یہ ہمارا کامیاب تجربہ ثابت ہوا۔ ابھی اس سے سخت امتحان آگے آنے والے تھے۔

گھریلو زندگی میں بچوں کی پیدائش ایک قدرتی معاملہ سمجھا جاتا ہے۔ جب کچھ سال شادی کے بعد یونہی گزر گئے تو میری والدہ محترمہ کو فکر دامنگیر ہوا۔ کئی جگہ سے علاج کرایا گیا۔ مگر کارگر نہ ہؤا۔ بلکہ کہا گیا کہ اولاد ہو ہی نہیں سکتی۔ ایسے حالات میں دعاؤں کی طرف زیادہ توجہ ہو جاتی ہے۔ بہت سے بزرگانِ سلسلہ سے دعا کی درخواست کی۔ مزنگ لاہور کے حضرت قاضی حبیب اللہ صاحب صحابی مسیح موعود علیہ السّلام ان دنوں قادیان میں تھے اِن سے بھی دعا کی التجاء کی۔

تھوڑے دنوں کے بعد میری گھر والی نے ایک خواب دیکھا۔ اِس کی تعبیر حضرت قاضی صاحب نے یہ فرمائی کہ ہمارے ہاں بیٹا ہو گا۔ مگر خاموشی بدستور قائم رہی اور حالات جوں کے توں رہے۔ اتنے میں ہندوستان تقسیم ہو گیا۔ قادیان بھارت کا حصّہ بن گیا۔ فسادات شروع ہو گئے۔ اور ہم گھر بار سامان (جس میں جہیز کا سامان بھی شامل تھا) چھوڑ کر بورڈنگ تحریک جدید میں پناہ گزیں ہو گئے۔ بسوں کا ایک بڑا قافلہ پاکستان سے قادیان آیا۔ اس میں عورتیں، بچّے اور بوڑھے پاکستان کے لئے روانہ ہو گئے میری والدہ محترمہ، بیوی اور ہونے والی بیوی بھی اپنے وطن ملتان چلے گئے۔ اَبّا جان اور مَیں قادیان رہ گئے۔ تھوڑے دنوں کے بعد ابا جان کو بھی محکمہ ڈاکخانہ جات نے بلا لیا اور مَیں درویش قادیان بننے کے لئے قادیان میں رُک گیا۔

تھوڑے دنوں کے بعد مجھے حکم ملا کہ پاکستان سے باہر جانے کیلئے لاہور چلا جاؤں۔ چنانچہ وسط نومبر ۴۷ء میں جو آخری قافلہ قادیان سے لاہور گیا۔ مَیں اس میں شامل ہو گیا۔

میرا قیام لاہور میں تھا۔ بیوی ملتان شہر میں تھی۔ حضرت دادا جان والدہ محترمہ اور دوسرے رشتہ دار گوُں میں تھے۔ ابّا جان۔ بصیر پور منٹگمری میں ملازمت پر تھے۔ اس اثناء میں وکالت تبشیر کی طرف سے ارشاد ملا کہ یکم جنوری ۱۹۴۸ء کو افریقہ کے لئے روانہ ہونا ہے۔

جماعت کی حالت نہایت بے سروسامانی کی تھی۔ اس کے باوجود ہمارے پیارے اولوالعزم آقا نے پانچ مربّیوں کا قافلہ حسب پروگرام یکم جنوری ۱۹۴۸ء کو پُرسوز دُعا کے ساتھ لاہور (رتن باغ) سے روانہ فرمایا۔ تین مغربی افریقہ کے لئے اور دو مشرقی افریقہ کے لئے۔ چونکہ جہازوں کا ملنا مشکل تھا۔ اس لئے سیٹیں بھی بک نہ کرائی گئیں اور ہمیں حکم ہوا کہ کراچی پہنچ کر خود انتظام کریں۔

ہم نے اپنی وکالت کو بتا دیا تھا کہ ہمیں اپنے عزیزوں سے بھی ملنا ہے۔ اِس کے بعد کراچی جانا ہو گا۔ مکرم مولانا عبدالکریم صاحب شرما اور خاکسار نے مشرقی افریقہ جانا تھا۔ ہم نے مشورہ کیا کہ ملتان سٹیشن پر اتر کر اپنے رشتہ داروں سے مل کر جلد از جلد آگے روانہ ہو جائیں گے۔

خاکسار کے سسرال محلہ کوٹلہ تولے خاں میں مقیم تھے۔ میری بیوی بھی وہیں تھیں۔ ایک رات وہاں گزاری اور وہی ملاپ بیٹے کی پیدائش کی خوشخبری کے آثار کے ظہور کا موجب بن گیا۔ اگلے روز مَیں گاؤں روانہ ہو گیا اور سب رشتہ داروں سے ملاقات کے بعد براستہ ملتان کراچی چلا گیا۔

کراچی سے ہمیں مارچ میں ایک بحری جہاز میں جگہ ملی۔ مگر وہ ہمیں بمبئی پہنچا کر واپس چلا آیا۔ بمبئی میں ایک ہفتہ قیام کے بعد ہمیں دوسرا جہاز ملا جو مولانا شرما صاحب اور خاکسار کو مشرقی افریقہ لے گیا۔ مولانا شرما صاحب کو ٹانگانیکا اور مجھے کینیا جانا تھا۔ یکم اپریل ۱۹۴۸ء کو مَیں نیروبی پہنچا اور چند وہاں ٹھہرنے کے بعد مجھے صوبہ نیانزا میں تعینات کر دیا گیا۔

صوبہ نیانزا میں میرا قیام لوانڈا (LUANDA) میں تھا۔ وہاں اور بھی کئی مربّی صاحبان موجود تھے۔ خدا تعالےٰ کے فضل سے خوب دل لگا کر کام کرنے کی توفیق پائی۔ وہیں مجھے اَبّا جان کا خط ملا کہ آپ کی بیوی کی طبیعت ملتان میں خراب رہتی تھی۔ اس لئے انہیں ہم اپنے پاس بصیر پور لے آئے ہیں۔ ساتھ ہی انہوں نے اپنا ایک خواب لکھا کہ محترم مولانا شیخ مبارک احمد صاحب ہمارے ہاں آئے ہیں اور مٹھائی تقسیم ہو رہی ہے۔ اس کی تعبیر بھی انہوں نے لکھ دی کہ آپ کے ہاں بیٹا ہو گا اور اس کا نام مبارک احمد رکھیں گے۔

ابھی لوانڈا ہی میں تھا کہ سات اکتوبر ۴۸ء کو عزیز مبارک احمد کی پیدائش کی خوشخبری مل گئی۔ لیکن میں نے عزیز کو اس وقت دیکھا جب اس کی عمر قریباً چار سال کی ہو چکی تھی۔ اس وقت (یعنی ۱۹۵۲ء میں) اَبّا جان منٹگمری (موجودہ ساہیوال) میں مقیم تھے۔

۱۹۵۰ء میں اَبّا جان نے مطلع فرمایا کہ میرے چچا (ان کے چھوٹے بھائی) نے لکھا ہے کہ ان کی بیٹی شادی کے قابل ہو گئی ہے۔ انکی خواہش ہے کہ اعلان نکاح کر دیا جائے۔ مَیں نے جواباً عرض کیا کہ مَیں تو واقفِ زندگی ہوں۔ اپنے بارے میں مَیں کچھ فیصلہ نہیں کر سکتا۔ پھر دوسری شادی کی حاجت بھی نہیں ہے۔ بیوی اور بچّہ موجود ہیں۔ اس لئے اگر آپ ضروری سمجھیں تو حضور کی خدمت میں معاملہ پیش کر دیں۔ حضور نے رشتہ کرنیکی اجازت دے دی اور ساتھ ہی شرط لگائی کہ دونوں بیویوں کو افریقہ بھیجنا ہو گا۔

جب وکالت تبشیر کی طرف سے مجھے اس مضمون کا خط ملا۔ تو طبعی طور پر پریشانی ہوئی۔ لیکن مرتا کیا نہ کرتا۔ مَیں نے اَبّا جان کو وکالت نامہ بھجوا دیا کہ وہ میری طرف سے رضامندی کا اعلان کر دیں چچا جان نے خود ہی نکاح کا اعلان کر دیا اور مجھے اطلاع بھجوا دی گئی۔

نومبر ۱۹۵۲ء میں مجھے پاکستان آنے کی اجازت ملی۔ میرے پہنچنے سے پہلے میری دوسری بیوی ہمارے ہاں ساہیوال پہنچ چکی تھیں۔ لمبا عرصہ بیرونِ ملک رہنے کی وجہ سے میری صحت کافی خراب ہو چکی تھی۔ میں شادی کے موڈ میں نہیں تھا۔ لیکن اَبّا جان نے خود ہی ۲۴ نومبر کی تاریخ مقرر فرما دی شادی کے لئے کسی کو مدعو نہیں کیا گیا تھا۔ دلہن کے والدین کو بھی اس تاریخ سے مطلع نہیں کیا گیا تھا۔ حتیٰ کہ جماعت ساہیوال کے کسی فرد کو اس کا علم نہیں تھا۔

۲۴ تاریخ کو شادی ہو گئی۔ بعد میں بذریعہ خط دلہن کے والدین کو اطلاع دے دی گئی کہ آپ کی بیٹی بیاہی گئی ہے۔

حضور کے فیصلے کے مطابق دونوں بیویوں کو افریقہ بھجوانا تھا۔ ان کے پاسپورٹ بنوائے گئے اور اپریل ۵۳ء میں عزیز مبارک احمد اور دونوں بیویوں کو ساتھ لے کر واپس نیروبی پہنچ گیا۔ چند ماہ نیروبی ٹھہرنے کے بعد ہمیں صوبہ نیانزہ بھجوا دیا گیا۔

صوبہ نیانزا میں تین سال کام کرنے کے بعد ہماری تبدیلی نیروبی ہو گئی کرائے کے مکانوں میں رہائش رہی۔ لیکن نیروبی کی آب و ہوا والدہ مبارک احمد کو راس نہ آئی۔ انہیں دمہ کی سخت تکلیف شروع ہو گئی۔ کسی علاج سے صحت حاصل نہ ہو سکی۔ آخر ڈاکٹر نے تبدیلیٔ آب و ہوا کا مشورہ دیا۔ میں انہیں ایک ماہ کے لئے ساحلی شہر ممباسہ لے گیا۔ وہاں جاتے ہی ان کی صحت ٹھیک ہو گئی۔ ایک مہینہ کے بعد جب واپس نیروبی آئے تو نیروبی ریلوے سٹیشن پر پہنچنے سے پہلے ہی انہیں دمہ کا عارضہ شروع ہو گیا۔ میری دوسری بیوی دن رات ان کی دیکھ بھال میں لگی رہتیں اور مجھے دینی کام کرنے کے لئے کافی وقت مل جاتا۔

اگست ۵۸ء میں مجھے دو ماہ کے لئے کینیا سے باہر جانے کا حکم ملا اس کے لئے میں بخوشی تیار ہو گیا۔ کیونکہ مجھے یقین تھا کہ میری غیر حاضری میں بھی دونوں بیویاں حسبِ معمول ایک دوسری کا بھی اور بچوں کا بھی عمدگی سے خیال رکھیں گی۔ فی الحقیقت ایسا ہی ہؤا۔ جب میں شمالی روڈیشیا (موجودہ زمبیا) اور نیاسا لینڈ (موجودہ ملاوی) کا دورہ مکمل کر کے واپس نیروبی پہنچا تو خدا تعالیٰ کے فضل سے سب کو امن و سکون سے رہتے ہوئے پایا۔

۶۰ء کے اواخر میں پاکستان لوٹے۔ ۱۹۶۱ء میں بچوں کو ربوہ میں چھوڑ کر واپس کینیا چلا گیا۔

میری غیر حاضری میں بھی میری دونوں بیویوں کا باہم معاملہ غیر معمولی طور پر قابلِ تعریف رہا۔ کبھی جھگڑے کی نوبت نہ آئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ صرف میں ہی واقفِ زندگی نہ تھا۔ میری دونوں بیویاں بھی عملاً اپنے آپ کو دینی خدمت کے لئے وقف کر چکی تھیں۔ ان کی ہمیشہ یہ خواہش اور کوشش رہی کہ وہ مجھے خدمتِ دین کے لئے زیادہ سے زیادہ فرصت مہیا کریں۔

ہماری یہ حالت دیکھ کر بعض ناواقف عورتیں والدہ مبارک احمد سے دریافت کرتیں کہ کیا یہ آپ کی بیٹی ہیں۔ تو وہ کہتیں۔ یہ مولوی صاحب کی دوسری بیوی ہیں۔ یہ سن کر وہ متعجب ہوتیں کہ بظاہر تو ایسا معلوم نہیں ہوتا۔ والدہ مبارک احمد نے کبھی سوت یا سوکن کا لفظ استعمال نہیں کیا نہایت صبر و تحمل بلکہ محبت اور شفقت کا سلوک ایک دوسری سے کرتی رہیں اللہ تعالیٰ انہیں اس بے نفسی کا احسن بدلہ دے۔

عزیزہ امتہ الباسط ایاز صاحبہ نے والدہ مبارک احمد کی وفات کی خبر روزنامہ الفضل میں پڑھ کر لندن سے ہمیں تعزیتی خط لکھا ہے اس میں بڑے افسوس کے اظہار کے علاوہ انہوں نے لکھا ہے کہ آپا آمنہ مثالی بیوی تھیں۔

اس بات میں شک ہی کیا ہے کہ عورت کی فطرت چاہتی ہے کہ اسے خاوند کی پوری محبت حاصل رہے۔ کسی قسم کی شراکت اسے کلیتہً ناپسند ہوتی ہے۔ لیکن والدہ مبارک اکثر کہا کرتی تھیں کہ جب شریعت نے مرد کے لئے تعدد ازدواج کی گنجائش رکھی ہے اور حضور نے بھی آپ کو دوسری شادی کی اجازت دے دی ہے۔ تو میں اسے ناپسند کیسے کر سکتی ہوں۔ گویا نفس کو بالکل مار دیا گیا تھا۔

صرف اسی پر بس نہیں۔ والدہ مبارک مجھ سے انتہائی احترام کا سلوک کرتی تھیں میاں بیوی میں محبت تو ہوتی ہے لیکن ان میں ادب کا مادہ انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ باون سال کی ازدواجی زندگی انہوں نے کبھی میرے متعلق ایسے الفاظ استعمال نہیں کئے جن میں کسی قسم کی درشتی اور ہتک پائی جاتی ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس لحاظ سے بھی وہ مثالی بیوی تھیں۔ ورنہ عام انگریزی مقولہ ہے کہ محبت اور لڑائی میں سبھی کچھ جائز ہوتا ہے۔

غریب عورتوں کے ساتھ ان کا سلوک بھی مثالی تھا۔ کسی کو اپنے سامنے زمین پر بیٹھنے نہیں دیتی تھیں ہمیشہ چارپائی یا کرسی پیش کرتیں اور نقد جنس یا کپڑوں سے ان کی مدد کرتیں۔

مالی قربانی یا چندوں کی ادائیگی میں بھی ان کا قدم بہت آگے تھا پانچویں حصہ کی وصیت تو انہوں نے قادیان ہی میں کر دی تھی۔ جو چھ جون ۹۲ء تک (جو اِن کا یوم وفات تھا) باقاعدگی سے ادا کرتی رہیں۔ آخری رسید کی تاریخ چھ جون ہی ہے۔ تحریک جدید، وقفِ جدید اور لجنہ کے فرض اور طوعی چندہ جات بھی باقاعدگی سے ادا کرتی رہیں۔ گذشتہ رمضان میں میں نے انہیں بتایا کہ ہمارے حلقہ کی بیت سلام کا برآمدہ بن رہا ہے۔ میں اس میں اپنا چندہ ادا کر آیا ہوں۔ یہ سنتے ہی پچاس روپے کا نوٹ مجھے دیا کہ میری طرف سے بھی ادا کر دیں۔ میں نے کہا کہ صدر محلہ ہٰذا نے اعلان کیا ہے کہ محلے والوں سے سو روپے کم از کم لئے جائیں۔ اس پر وہ سو روپے لے آئیں یہ آخری نفلی چندہ تھا جو خدا کے گھر کی تعمیر کے لئے انہوں نے دیا۔

والدہ مبارک احمد کی کئی نیک خواہشات اللہ تعالیٰ نے پوری فرمائیں پہلی تو یہی بیٹا ہونے کی خواہش۔ جو سات سال کے بعد نہایت عمدہ رنگ میں پوری ہوئی عزیز کی پیدائش سے پہلے ہی انہوں نے بچے کو دین کے لئے وقف کرنے کا ارادہ کیا ہؤا تھا۔ اسی نیت سے انہوں نے اس کی اچھی تربیت کی اور ہر روز دعائیں کرتے ہوئے اسے پروان چڑھایا۔ جب عزیز نے ایم۔اے اسلامیات کا امتحان پاس کر لیا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ان کا عارضی وقف قبول فرماتے ہوئے سیرالیون بھجوا دیا۔ پھر حضرت امام رابع نے ان کا مستقل وقف قبول فرما لیا اور تعلیمی فرائض کے ساتھ ساتھ دعوتِ الی اللہ کی خدمت بھی سپرد فرمائی۔ والدہ کے لئے یہ امر بڑے اطمینان کا باعث ہوا۔

والدہ مبارک کو شوق تھا کہ جب وہ فوت ہوں تو میں ان سے راضی ہوں انہوں نے سُنا ہؤا تھا کہ جس بیوی پر خاوند خوش ہو وہ جنتی ہوتی ہے۔ گذشتہ عید الفطر کے روز میری طبیعت سخت خراب تھی۔ اس عید سے پہلے ساری جماعت پر جو قیامت گزر گئی تھی اس نے مجھے سخت بے چین کر رکھا تھا۔ بار بار خیال آتا کہ ہمارے پیارے امام آج عید کیونکر منائیں گے۔ ذرا سی حرکت سے بھی دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی اور پوری تیاری کے باوجود میں نے عید کے لئے نہ جانے کا فیصلہ کیا۔ (یہ اکیلی عید ہے جس سے محروم رہا ہوں) والدہ مبارک کی طبیعت بھی خراب تھی۔ وہ بھی عید کے لئے نہ جا سکیں۔ معلوم نہیں۔ انہیں کیا خیال آیا کہ آہستگی سے مجھے کہا کہ زندگی کا اعتبار نہیں اس لئے بہتر ہے کہ ایک دوسرے کی غلطیاں معاف کر دیں۔ میں نے انہیں تسلی دلائی کہ ان کی طرف سے میرا دل ہمیشہ صاف رہا ہے۔ نہ اب، نہ پہلے کبھی میں ان سے ناراض ہوا ہوں۔ خوشی سے ان کا چہرہ تمتما اٹھا۔ کیا معلوم تھا کہ وہ مجھ سے رخصت ہونے کی اجازت طلب کر رہی ہیں۔ کیونکہ اس معافی کے جلد بعد وہ یہ جہانِ فانی ہمیشہ کیلئے چھوڑ گئیں۔

سیکنڈ ہینڈ گاڑیوں کی خرید و فروخت کا مرکز

Freie Tankstelle

GEBRAUCHTWAGEN AN- & VERKAUF

Reparaturen · Unfallreparaturen · Ölsofortwechsel ohne Termin

گاڑیوں کی مرمت کے علاوہ ایکسیڈنٹ شدہ گاڑیوں کی مرمت

بھی تسلی بخش طور پر کی جاتی ہے نیز ہم گاڑیوں کی TÜV بھی کرواتے ہیں

Wir machen Ihr Auto TÜV-Fertig

آپ کی خدمت کے منتظر

فرائی پٹرول سٹیشن

چوہدری محمود وڑائچ

FREIE TANKSTELLE

Biebesheimerstr. 13, 6084 Gernsheim
Telefon (062 58) 21 09

Versichern, Finanzieren, Bausparen, Geldanlagen

ÖVA Versicherungen

Edwin Herzog
Bezirkskommissar
Jellinekplatz 3
6900 Heidelberg
Tel: 06221/381534

Die Versicherung der Sparkassen · Unternehmen der Finanzgruppe

DIE WICHTIGSTEN VERSICHERUNGEN

- Kraftfahrzeug-Haftpflicht + Kasko
- Privathaftpflicht
- Hausrat
- Wohngebäude
- Reiseversicherungen
- Rechtsschutz
- Lebensversicherung
- Berufsunfähigkeit
- Unfallversicherung
- Sterbegeld
- Private Krankenversicherung
- Pflegeversicherung

اس کے علاوہ چھوٹے بچوں کے بہترین تعلیمی مستقبل اور شادی وغیرہ

کے اخراجات کے تحفظ کیلئے خصوصی انشورنش

خدمت خلق ہمارا نصب العین

Fazal-e-Ilahi Sardar سردار فضل الٰہی ڈوگر
Fachberater
Hauptstraße 10
D-6915 Dossenheim
Tel. 06221/85546 Tel. 06221/380764 Fax 06221/85546

خوشخبری

گوگو گھشینک والوں کی جانب سے ایشین بہن بھائیوں کیلئے

معیاری سونے کے اعلیٰ زیورات کی

دوسری بڑی دکان

فرینکفرٹ میں

رائل جیولرز

یہاں پر آپ پرانے زیورات کو نئے زیورات میں تبدیل کروا سکتے ہیں

اس کے علاوہ ۲۴ کریٹ گولڈ میں آپ چوڑیاں بھی تیار کروا سکتے ہیں

نیز آپ کی تاریخ پیدائش کے مطابق ہیرے جواہرات بھی دستیاب ہیں

آپ کی تشریف آوری کا شکریہ

ROYAL JEWELLERS

Klingerstr. 9, (between A.O.K. & C&A
6000 Frankfurt am Main1
Tel. (0 69) 28 70 41 & 81 52 15 Fax (0 69) 642 59 38

عید الفطر کے پرمسرت موقع پر خواتین کیلئے خوشخبری

خواتین اور لڑکیوں کیلئے نت نئے ڈیزائن کے ریڈی میڈ ملبوسات

- فیشن جیولری
- سوئٹر، دوپٹے
- نقاب، کوٹ برقع
- بیڈ شیٹ، پردے
- بلوچی گلے، کشن کور

علاوہ ازیں انڈین، پاکستانی شادی بیاہ کے موقع پر ملبوسات

خریدنے کیلئے ہم سے رجوع کریں

MAZHAR GARMENTS

Frankfurter str. 77a, 6080 Gross Gerau
Telefon (061 52) 835 51

شعبہ اشاعت، جماعت احمدیہ جرمنی

جرمن لٹریچر کا اُردو تعارف

◎ EIN MISVERSTÄNDNIS AUSGERÄUMT

بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کی کتاب "ایک غلطی کا ازالہ" کا یہ جرمن زبان میں ترجمہ ہے۔ اس میں آپ نے نہایت وضاحت سے یہ بیان فرمایا ہے کہ آخری زمانہ میں جس مہدی معہود و مسیح موعود کی بعثت کی پیشگوئی کی گئی تھی وہ شرعی نبی نہیں بلکہ غیر شرعی نبی ہوگا۔ انہوں نے اپنی غیر شرعی نبوت کا دعویٰ کیا اور شرعی نبی ہونے کے دعویٰ سے واضح طور پر انکار کیا۔ جو لوگ یہ الزام تراشی کرتے ہیں کہ آپؑ نے شرعی نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اور دین اسلام کو تبدیل کرنا چاہتے تھے۔ اُن کے جواب میں آپؑ نے واضح طور پر صرف اپنی غیر شرعی نبوت کا دعویٰ کیا اور غیر شرعی نبوت کا اعلان کیا۔

اس کتابچہ کا ترجمہ ہدایت اللہ ہبش اور طارق گڈاٹ نے کیا۔ اس لئے جب یہ سوال پیدا ہو کہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام کوئی نیا دین لے کر آئے تھے یا صرف اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کی غرض سے معبوث کئے گئے تھے؟ اس کے جواب میں یہ کتابچہ پیش کریں۔

◎ ISLAM UND ÖKOLOGIE

ہدایت اللہ ہبش نے اس کتابچہ میں قرآن کریم کی متعدد آیات کے حوالے سے یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید قانونِ قدرت پر اور اس کی ہیئت کذائی پر بار بار غور کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ جس کو ہم آجکل کی زبان میں سائنسی تحقیق کہہ سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ دُنیا کے فطری حسن اور ماحولیاتی خوبصورتی کی حفاظت پر زور دیتا ہے۔ اور واضح فرماتا ہے کہ زمین اور اس کے اندر موجود زندگی اور اس کے حسن کو بچانے کے لئے بنی نوع انسان پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔

یہ کتابچہ اُن لوگوں کو دیں جو آجکل کی بڑھتی ہوئی ماحولیاتی آلودگی سے چھٹکارا حاصل کرنے میں دلچسپی رکھتے ہوں۔ نوجوان نسل کے لوگوں، بنی نوع انسان سے ہمدردی رکھنے والے اور علمی ذوق رکھنے والوں اور بعض سیاستدانوں کا یہ بہت پسندیدہ موضوع ہے۔

◎ JESUS STARB IN INDIEN

بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کی کتاب جس کا نام "مسیح ہندوستان میں" ہے کا یہ جرمن ترجمہ ہے۔ اس کتاب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صلیب سے زندہ بچ جانے اور بنی اسرائیل کے گمشدہ قبیلوں کی تلاش میں ان کے ہندوستان تک سفر کرنے کے موضوعات شامل ہیں۔

اس کتاب میں عیسائیوں اور مسلمانوں کی مقدس مذہبی کتب، طبّی کتب، تاریخی کتب اور بدھ مت کی کتب کے حوالوں سے ان کے سفر کی شہادت پیش کی گئی ہے۔ اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت مسیحؑ ہجرت کر کے افغانستان پہنچے تھے اور بنی اسرائیل کے ان قبیلوں کو ملے جن کو "بخت نصر" پکڑ کر لے گیا تھا اور جو بعد میں افغانستان کے علاقہ میں آباد ہوگئے تھے۔ افغانستان کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام کشمیر میں گئے جہاں دوسرے اسرائیلی قبائل آباد تھے۔ حضرت عیسیٰؑ کشمیر میں رہے اور وہیں فوت ہوئے۔ چنانچہ اُن کا مقبرہ سری نگر محلہ خانیار میں موجود ہے۔

مسیح ابن مریمؑ کی صلیب سے نجات اور طبعی وفات ثابت ہونے سے اُن کی اِبنیّت، تثلیث اور کفارہ بیخ و بن سے اُکھڑ جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا "عیسائیوں کے خدا کو مرنے دو کہ اس میں اسلام کی زندگی ہے"۔

حضرت مسیح ابن مریمؑ کی صلیب سے نجات اور سفر کشمیر اور طبعی وفات کو آپؑ نے اس کتاب میں مسکت دلائل اور تاریخی حوالوں سے ثابت کر کے اسلام کی نئی زندگی کا سامان مہیّا کیا ہے۔

یہ کتاب عیسائی، یہودی اور مسلمان زیرِ تبلیغ افراد کو دی جاسکتی ہے اور یکساں مفید ہے۔ یہ کتاب فراہم کرنے سے پہلے اگر آپ اپنے زیرِ تبلیغ دوستوں سے احمدیت اور اس کے عقائد کا مکمل تعارف کرا چکے ہوں تو یہ کتاب زیادہ موثر ہوگی۔

◎ DIE QUELEE DES CHRISTENTUMS

یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب "چشمۂ مسیحی" کا جرمن ترجمہ ہے اس کتاب میں آپؑ نے عیسائیوں کی طرف سے اسلام پر کئے جانے والے اعتراضات کا جواب دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات کی روشنی میں عیسائیت اور آریہ مذہب کا باطل ہونا ثابت کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ صفاتِ باری تعالیٰ کی روشنی میں آپؑ نے ثابت کیا کہ اسلام کی تعلیم جامع، قابلِ عمل اور نتیجہ خیز ہونے کی وجہ سے بہترین اور حسین ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جملہ صفات سے آگاہ اور مذاہب کا گہرا علم رکھنے والے عیسائی یا آریہ سماج زیرِ تبلیغ افراد کو یہ کتاب پیش کریں۔ علاوہ ازیں جو لوگ اسلام اور عیسائیت کی تعلیم کا تقابلی جائزہ لینا چاہتے ہوں ان کے لئے یہ کتاب دلچسپی کا موجب ہوگی۔

> "رمضان کا مہینہ اچھی عادت ڈالنے اور بُری عادت سے بچاتے کا بہت اچھا موقع ہے"
> (حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

نیکی کا بدلہ

ہمیں اس خدا ہی کی پرستش کرنی چاہیئے کہ جو ذرّہ سے کام کا بھی اجر دیتا ہے ۔ . . . ایک قصّہ بیان کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ تین آدمی پہاڑ میں پھنس گئے تھے ۔ وہ اس طرح کہ انہوں نے پہاڑ کی غار میں ٹھکانہ لیا تھا جبکہ ایک پتھر سامنے سے آگرا اور راستہ بند کر لیا ۔ تب ان تینوں نے کہا کہ اب تو نیک کام ہی بچائیں گے چنانچہ ایک نے کہا کہ ایک دفعہ میں نے مزدور لگائے تھے مزدوری کے وقت ان میں سے ایک کہیں چلا گیا ۔ میں نے بہت ڈھونڈا آخر نہ ملا تو میں نے اس کی مزدوری سے ایک بکری خریدی اور اس طرح چند سال تک ایک بڑا گلّہ ہو گیا ۔ پھر وہ آیا اس نے کہا کہ میں نے ایک دفعہ آپ کی مزدوری کی تھی اگر آپ دیں تو عین مہربانی ہو گی میں نے اس کا تمام مال اس کے سپرد کر دیا ۔ اے اللہ ! اگر تجھے میرا یہ نیک عمل پسند ہے تو میری مشکل آسان کر ۔ اتنے میں تھوڑا پتھر اونچا ہو گیا ۔

پھر دوسرے نے اپنا قصّہ بیان کیا اور پھر بولا کہ اے اللہ ! اگر میری یہ نیکی تجھے پسند ہے تو میری مشکل آسان کر ۔ پتھر ذرا اور اونچا ہو گیا ۔

پھر تیسرے نے کہا کہ میری ماں بوڑھی تھی ایک رات کو اس نے پانی طلب کیا میں جب پانی لایا تو وہ سو چکی تھی ۔ میں نے اس کو نہ اٹھایا کہ کہیں اس کو تکلیف نہ ہو اور وہ تمام رات پانی لئے کھڑا رہا ۔ صبح اٹھی تو اسے دے دیا ۔ اے اللہ ! اگر تجھے میری یہ نیکی پسند ہے تو مشکل کو دور کر ۔ پھر اس قدر پتھر اونچا ہو گیا کہ وہ سب نکل گئے ۔

اس طرح پر اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو نیکی کا بدلہ دے دیا ۔ ——— (ملفوظات جلد ششم صفحہ ۲۶ - ۲۷)

قرآن شریف کی ضروری تعلیم

- اور نماز کو قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور خدا کی خالص پرستش کرنے والوں کے ساتھ مل کر اس کی پرستش کرو ۔
- قرآن کو بار بار اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھو ۔
- یقیناً یہ قرآن بڑی عظمت والا ہے ۔
- اگر یہ قرآن ہم کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تُو اسے دیکھتا کہ وہ ادب سے جھک جاتا اور اللہ کے ڈر سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ۔
- اللہ کافروں سے ہرگز محبت نہیں کرتا ۔

اقوالِ زرّیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم نے فرمایا

- مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے ۔
- بڑوں کا ادب کرو اور چھوٹوں کے ساتھ شفقت سے پیش آؤ ۔
- تم میں بہتر وہ ہے جو خود قرآن پڑھے اور دوسروں کو پڑھائے ۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

- جو لوگ قرآن کو عزّت دیں گے وہ آسمان پر عزّت پائیں گے ۔
- جب تک انسان جھوٹ کو ترک نہیں کرتا وہ مطہر نہیں ہو سکتا ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا

- سچا ایمان نیک اعمال کا بیج ہے ۔
- اچھے پھل کا ضرور اچھا ہی پھل ہوتا ہے ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

- سچا بہادر وہ ہوتا ہے جو جھوٹ سے کام نہیں لیتا ۔

- قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

- یاد رکھو سچ ایک ایسی چیز ہے جو انسان کے کردار کو بناتا ہے ۔
- ہماری زندگی کا ہر لمحہ ذکر الٰہی سے معمور ہونا چاہیئے ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا

- وہ حُسن جس کا جادو دل پر چلتا ہے وہ اخلاقِ حسنہ ہیں ۔
- تبلیغ بھی کرو اور دُعائیں بھی کرو تا اللہ تعالیٰ احمدیت کو غیر معمولی ترقی عطا فرمائے

دینی معلومات

نماز کیا ہے اور اس کو ادا کرنے کے کیا فائدے ہیں ؟

نماز ایک نعمت ہے ۔ ایک دُعا ہے ۔ اس کا پڑھنا ہم پر فرض ہے ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر احسان ہے ۔ اس کے پڑھنے سے ہماری مشکلات اور ہمارے گناہ دور ہوتے ہیں ۔ یہ ہم کو بُری باتوں اور بے حیائی سے بچاتی ہے اور ناپسندیدہ حرکات اور لغویات سے روکتی ہے اور یہ مومن کی روحانی غذا اور مومن کا معراج ہے ———

اخبار احمدیہ جنوری ۱۹۹۳ء کے شمارہ میں بچّوں کے صفحہ پر دی گئی حدیث کو زبانی یاد کر کے بچّوں کی طرف سے ہمیں کثیر تعداد میں خطوط موصول ہوئے ہیں لیکن اس شمارہ میں صرف انہی بچّوں کے نام دیئے جا رہے ہیں جنہوں نے مقررہ وقت میں یاد کر کے ہمیں اطلاع دی ۔ اللہ تعالیٰ تمام بچّوں کو مزید ذہنی فراست عطا فرمائے ۔ آمین ۔

- قرۃ العین ماہم انور
- حماد احمد
- نجمہ سطوت
- حسنات احمد
- رضا مقصود
- ثریا رشید

اَلْحَیَاءُ خَیْرٌ کُلُّہٗ

حیا سراسر بہتر ہے

حدیث یاد کرنے والے بچّوں کے نام اگلے شمارہ میں شائع کئے جائیں گے ۔

درخواستِ دُعا

خاکسار کی والدہ محترمہ کا اپینڈکس کا آپریشن ہوا ہے۔ کمزوری بہت ہے احباب سے اُن کی کامل شفایابی کے لئے دُعا کی درخواست ہے۔

عمیر احمد عباسی ـــــــ فرینکفرٹ

شادی خانہ آبادی

مکرم چوہدری فیض احمد صاحب کی بیٹی عزیزہ نصرت جہاں کی تقریب رخصتانہ ہمراہ عزیزم مسیح اللہ طارق ابن چوہدری عنایت اللہ صاحب آف ربوہ مورخہ ۲۳ جنوری ۱۹۹۳ء کو مسجد فضل عمر ہمبرگ میں عمل میں آئی۔ اگلے روز مہدی آباد میں دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا گیا۔ احباب جماعت کی خدمت میں جانبین کیلئے اس رشتہ کے بابرکت ہونے کی درخواستِ دُعا ہے۔

صدر جماعت احمدیہ ـــــــ پنی برگ

مکرم چوہدری ناصر احمد صاحب باجوہ کی بیٹی عزیزہ بشریٰ صاحبہ کی تقریب رخصتانہ ہمراہ عزیزم چوہدری حبیب احمد صاحب باجوہ ابن مکرم چوہدری محمد شریف صاحب باجوہ مورخہ ۲ جنوری ۱۹۹۳ء کو ناصر باغ گروس گیراؤ میں عمل میں آئی۔ احباب جماعت دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو دونوں خاندانوں کے لئے باعث خیر و برکت فرمائے۔ آمین۔

مکرم خواجہ شکیل احمد صاحب (SCHLESWIG) ابن مکرم خواجہ منیر احمد صاحب آف دارالعلوم غربی ربوہ کا نکاح ہمراہ جمیلہ منورہ بنت مکرم مبارک احمد صاحب طاہر ایڈیشنل سیکرٹری مجلس نصرت جہاں ربوہ مبلغ چالیس ہزار روپے حق مہر پر مکرم مولانا محمد صدیق صاحب گورداسپوری سابق مبلغ افریقہ و امریکہ نے مورخہ ۲۱ جنوری ۱۹۹۳ء کو پڑھایا۔ اسی روز تقریب رخصتانہ عمل میں آئی۔ احباب سے اس رشتہ کے مبارک ہونے کے لیے دعا کی درخواست ہے۔

ملک مسیح الدین شاہد ـــــــ فرینکفرٹ

ولادت

میرے بیٹے عزیزم مبشر احمد صاحب طاہر سابق زعیم قائد فرینکفرٹ زیجن کو اللہ تعالیٰ نے مورخہ ۱۸ فروری ۱۹۹۳ء کو بیٹے سے نوازا ہے۔ ازراہِ شفقت حضور اقدس نے بچے کا نام قاصد احمد تجویز فرمایا ہے۔ احبابِ جماعت سے نومولود کے نیک و صالح ہونے نیز تندرستی و صحت کے لیے دعا کی درخواست ہے۔

چوہدری عبداللطیف ـــــــ ہائیڈل برگ

میرے برادر نسبتی مکرم نوید احمد محمود صاحب آف کینیڈا کو اللہ تعالیٰ نے مورخہ ۱۶ جنوری ۱۹۹۳ء کو پہلے بیٹے سے نوازا ہے۔ نومولود کا نام سفیر احمد تجویز کیا گیا ہے۔ احباب جماعت سے بچے کی صحت و تندرستی، درازیٔ عمر اور خادم دین ہونے کی درخواست ہے۔

نعیم احمد شاہد ـــــــ ہائیڈل برگ

خاکسار کو اللہ تعالیٰ نے مورخہ ۵ جنوری ۱۹۹۳ء بیٹی سے نوازا ہے حضور نے بچی کا نام عافیہ کبیر گل تجویز فرمایا ہے۔ نومولودہ وقف نو کی تحریک میں شامل ہے۔ بچی کے نیک اور خادم دین ہونے کے لئے دُعا کی درخواست ہے۔

کبیر الدین گل ـــــــ SCHONTAL

میرے بڑے بھائی مکرم ظہیر احمد طاہر کو اللہ تعالیٰ نے مورخہ ۹ فروری ۱۹۹۳ء کو بیٹی سے نوازا ہے۔ حضور انور نے ازراہِ شفقت بچی کا نام فریدہ طاہر تجویز فرمایا ہے۔ احباب جماعت سے بچی کی صحت و تندرستی درازیٔ عمر اور خادمۂ دین بننے کے لیے دعا کی درخواست ہے۔

نصیر احمد ـــــــ HOF

اللہ تعالیٰ نے میرے بڑے بھائی مکرم جمیل انجم صاحب کو بیٹی سے نوازا ہے جس کا نام عمّارہ تجویز کیا گیا ہے۔ احباب جماعت دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ بچی کو ہمیشہ صحت سے رکھے اور خادمۂ دین بنائے۔

عامر جلیل ـــــــ ہائیڈل برگ

خاکسار کو اللہ تعالیٰ نے ۲۷ جنوری ۱۹۹۳ء کو بیٹا عطا فرمایا ہے۔ بچے کا نام عمار احمد نور تجویز کیا گیا ہے۔ نومولود مکرم نور حسین صاحب مرحوم کا پوتا اور مکرم مولانا عبدالباسط صاحب شاہد کا نواسہ ہے۔ بچے کی درازیٔ عمر، نیک و صالح ہونے کے لئے دُعا کی درخواست ہے۔

ادریس احمد ـــــــ FULDA

خاکسار کو اللہ تعالیٰ نے مورخہ ۲۴ جنوری ۱۹۹۳ء کو بیٹی عطا فرمائی ہے بچی کا نام سویرا مبارک تجویز کیا گیا ہے۔ نومولودہ مکرم شیخ فضل کریم صاحب آف فیصل آباد کی پوتی اور مکرم حمیدالدین کی نواسی ہے۔ احباب جماعت سے بچی کے نیک و صالح ہونے کی دُعا کی درخواست ہے۔

شیخ مبارک احمد ـــــــ بادنوہائم

خاکسار کو اللہ تعالیٰ نے مورخہ ۲۹ دسمبر ۱۹۹۲ء کو پہلی بیٹی سے نوازا ہے۔ بچی کا نام حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہِ شفقت عالیہ شمس تجویز فرمایا ہے۔ بچی کے نیک اور خادمہ دین ہونے نیز صحت و تندرستی کیلئے دعا کی درخواست ہے۔

شمس دین ـــــــ BÖBLINGEN

خاکسار کے بڑے بھائی خورشید احمد صاحب کو خدا تعالیٰ نے مورخہ ۱ جنوری ۱۹۹۳ء کو پہلے بیٹے سے نوازا ہے۔ بچے کے نام نوید احمد تجویز کیا گیا ہے۔ نومولود مکرم بشیر احمد صاحب دارالعلوم غربی ربوہ کا پوتا اور مکرم خوشی محمد صاحب آف ربوہ کا نواسہ ہے۔ احباب جماعت سے دُعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ بچے نیک و صالح اور خادم دین بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

ادریس احمد وحید، جماعت ـــــــ ورناؤ

تقریب آمین

خاکسار کے بیٹے عزیزم انس احمد طاہر نے پانچ سال نو ماہ کی عمر میں قرآن پاک کا پہلا دور مکمل کر لیا ہے۔ احباب جماعت دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ بچے کو قرآن کریم سے وابستہ برکات کا وارث بنائے اور دین و دنیا میں ترقی دے

مبارک احمد طاہر ـــــــ برلن

خاکسار کی بیٹی عزیزہ عارفہ عنبر محمود نے ساڑھے چار سال کی عمر میں قرآن پاک کا پہلا دور مکمل کر لیا ہے۔ احباب جماعت سے عزیزہ کے لئے دُعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ظفر محمود ـــــــ SCHONTAL

دُعائے مغفرت

خاکسار کے والد محترم محمد عبداللہ بٹ حرکت قلب بند ہو جانے کے باعث بقضائے الٰہی بعمر ۹۰ سال ۱۱ جنوری ۱۹۹۳ء کو چونڈہ پاکستان میں وفات پا گئے۔ اِنّا للّٰہ وَ اِنّا الیہِ رَاجعون۔ احباب جماعت سے دُعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے

شہباز احمد بٹ ———— ہمبرگ

خاکسار کے والد مکرم ماسٹر عبدالسلام صاحب آف ماڈرن ٹیلرز گولبازار ربوہ مورخہ ۲۱ جنوری ۱۹۹۳ء کو پاکستان میں وفات پاگئے۔ اِنّا للّٰہ وَ اِنّا اِلیہِ راجِعون۔ مرحوم بے حد شفیق اور خلافت احمدیہ سے بے حد محبت رکھنے والے تھے۔ ابھی والد محترم کی وفات کا صدمہ کم نہ ہو پایا تھا کہ ۲۳ جنوری ۱۹۹۳ء کو ہمارے خالو جان مکرم الحاج میر مبارک احمد صاحب مقیم ربوہ بھی اچانک حرکت قلب بند ہو جانے سے بقضائے الٰہی انتقال کر گئے۔ مرحوم ناصر آباد ربوہ کی مسجد میں قرآن پاک کا درس دینے کے علاوہ دیگر جماعتی کاموں میں بھی حصّہ لینے والے بزرگ تھے۔ احباب جماعت سے مرحومین کی بلندیٔ درجات اور پسماندگان کے لئے دُعا کی درخواست ہے۔

عبدالمومن عامر ———— MANNHEIM

خاکسار کے والد مکرم خواجہ عبدالغفور صاحب آف ربوہ مورخہ ۳۱ دسمبر ۱۹۹۲ء کو بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنّا للّٰہ وَ اِنّا اِلیہِ راجِعون۔ احباب جماعت سے مرحوم کی مغفرت اور بلندیٔ درجات کے لئے دُعا کی درخواست ہے۔

خواجہ عبداللطیف ———— فرائی برگ

میری والدہ محترمہ امتہ الرشید صاحبہ اہلیہ ملک سعید احمد صاحب آف کراچی مورخہ ۵ جنوری ۱۹۹۳ء کو پاکستان میں وفات پاگئیں۔ اِنّا للّٰہ وَ اِنّا اِلیہِ راجِعون۔ تمام احباب جماعت سے ان کی مغفرت، درجات کی بلندی اور پسماندگان کے لئے دُعا کی عاجزانہ درخواست ہے۔

نزہت مبارک ———— KASSEL

میرے والد محترم چوہدری فیروز احمد صاحب نمبردار ولد چوہدری محمد خان صاحب نمبردار آف شیخ پور وڑائچاں ضلع گجرات بقضائے الٰہی مورخہ ۳۰ نومبر ۱۹۹۲ء کو وفات پا گئے۔ اِنّا للّٰہ وَ اِنّا الیہِ راجعون۔ مرحوم احمدیت کے مخلص شیدائی اور صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے۔ تمام احباب جماعت سے مرحوم کے بلندیٔ درجات کے لیے دعا کی درخواست ہے

منیر احمد شاہد ———— برلن

اعلانات

◎ —— ممبران جماعت احمدیہ کی تجاویز شعبہ رشتہ و ناطہ کو فعال بنانے کے ضمن میں نہایت اہمیّت رکھتی ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ آپ ہمیں اپنی قیمتی آراء سے جلد مطلع فرمادیں گے۔

◎ —— قاضی طاہر احمد، سیکرٹری رشتہ و ناطہ ———— جرمنی

جلسہ سالانہ کے موقع پر بازار میں دُکان لگانے کے خواہشمند احباب اپنی درخواستیں مع مکمل کوائف دفتر جلسہ سالانہ کو بھجوادیں تاکہ اس ضمن میں بروقت ضروری انتظامات کئے جاسکیں۔

افسر جلسہ سالانہ ———— جرمنی

اخراج از نظام جماعت

محمد یونس نیاز صاحب ولد مکرم چراغدین صاحب ساکن دریاپور تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ حال مقیم (8858 NEUBERG) جرمنی کو غیر اخلاقی حرکتوں کی وجہ سے نظام جماعت سے خارج کر دیا گیا ہے۔ احباب جماعت سے درخواست ہے کہ وہ اُن کی بُری صحبت سے قطعی پرہیز رکھیں۔

محمد داؤد، نیشنل سیکرٹری امور عامہ ———— جرمنی

۲۹ رمضان المبارک کی دُعائیہ فہرست

ہر سال ۲۹ رمضان المبارک کو حضور اقدس کی خدمت میں بغرضِ دعا تحریکِ جدید کے ان وعدہ کنندگان کی فہرست پیش کی جاتی ہے جنہوں نے اپنے وعدہ کی سو فیصد ادائیگی کر دی ہو۔ تحریکِ جدید کے وعدہ کنندگان کو اس نادر موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے وعدہ کی سو فیصد ادائیگی کر کے اس فہرست میں اپنے اسماء شامل کروانے چاہئیں۔

سیکرٹری تحریکِ جدید ———— جرمنی

رحمتِ ماہِ صیام

اللہ اللہ یہ وقار و عظمتِ ماہِ صیام
ہر طرف چھایا ہے ابرِ رحمتِ ماہِ صیام
وقتِ افطار و سحر خود اپنے دل سے پوچھئے
کس قدر ہے روح پرور لذّتِ ماہِ صیام

رحمتِ کردگار ہے رمضاں
گلشنوں کا نکھار ہے رمضاں
ظلمتیں جس سے بھاگتی ہیں وہ
نورِ پروردگار ہے رمضاں

Auserlesener indischer Goldschmuck
(22 Karat)
für Hochzeiten und andere Anlässe

خاص ہندوستانی سونے کے زیورات
شادی بیاہ و تحفوں کیلئے (۲۲ قراط)

Indian Jewellers
Oeder Weg 39 · 6000 Frankfurt am Main 1
Telefon (069) 5964188 u. 556686

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

RAMADAN 1413 N.H.

RAMADAN	TAG	Datum	*Fasten-beginn*	Sonnen-aufgang	Sohar	Aßr	*Sonn.untg. Fastenende*	Maghrib	Ischa
1	DIE	23. Feb	*5:51*	7:21	12:40	16:00	*17:57*	18:02	19:17
2	MIT	24. Feb	*5:49*	7:19	12:40	16:00	*17:59*	18:04	19:19
3	DON	25. Feb	*5:47*	7:17	12:40	16:00	*18:00*	18:05	19:20
4	FRE	26. Feb	*5:45*	7:15	12:40	16:00	*18:02*	18:07	19:22
5	SAM	27. Feb	*5:43*	7:13	12:40	16:00	*18:04*	18:09	19:24
6	SON	28. Feb	*5:41*	7:11	12:40	16:00	*18:05*	18:10	19:25
7	MON	01. Mär	*5:39*	7:09	12:40	16:00	*18:07*	18:12	19:27
8	DIE	02. Mär	*5:37*	7:07	12:40	16:00	*18:09*	18:14	19:29
9	MIT	03. Mär	*5:35*	7:05	12:40	16:00	*18:10*	18:15	19:30
10	DON	04. Mär	*5:33*	7:03	12:40	16:00	*18:12*	18:17	19:32
11	FRE	05. Mär	*5:31*	7:01	12:40	16:00	*18:14*	18:19	19:34
12	SAM	06. Mär	*5:29*	6:59	12:40	16:00	*18:15*	18:20	19:35
13	SON	07. Mär	*5:26*	6:56	12:40	16:00	*18:17*	18:22	19:37
14	MON	08. Mär	*5:24*	6:54	12:40	16:00	*18:19*	18:24	19:39
15	DIE	09. Mär	*5:22*	6:52	12:40	16:00	*18:20*	18:25	19:40
16	MIT	10. Mär	*5:20*	6:50	12:40	16:00	*18:22*	18:27	19:42
17	DON	11. Mär	*5:18*	6:48	12:40	16:00	*18:24*	18:29	19:44
18	FRE	12. Mär	*5:16*	6:46	12:40	16:00	*18:25*	18:30	19:45
19	SAM	13. Mär	*5:14*	6:44	12:40	16:00	*18:27*	18:32	19:47
20	SON	14. Mär	*5:11*	6:41	12:40	16:00	*18:28*	18:33	19:48
21	MON	15. Mär	*5:09*	6:39	12:40	16:00	*18:30*	18:35	19:50
22	DIE	16. Mär	*5:07*	6:37	12:40	16:00	*18:32*	18:37	19:52
23	MIT	17. Mär	*5:05*	6:35	12:40	16:00	*18:33*	18:38	19:53
24	DON	18. Mär	*5:03*	6:33	12:40	16:00	*18:35*	18:40	19:55
25	FRE	19. Mär	*5:01*	6:31	12:40	16:00	*18:37*	18:42	19:57
26	SAM	20. Mär	*4:58*	6:28	12:40	16:00	*18:38*	18:43	19:58
27	SON	21. Mär	*4:56*	6:26	12:40	16:00	*18:40*	18:45	20:00
28	MON	22. Mär	*4:54*	6:24	12:40	16:00	*18:41*	18:46	20:01
29	DIE	23. Mär	*4:52*	6:22	12:40	16:00	*18:43*	18:48	20:03
30	MIT	24. Mär	*4:50*	6:20	12:40	16:00	*18:44*	18:49	20:04
	DON	25. Mär	4:47	6:17	12:40	16:00	18:46	18:51	20:06
	FRE	26. Mär	4:45	6:15	12:40	16:00	18:48	18:53	20:08
	SAM	27. Mär	4:43	6:13	12:40	16:00	18:49	18:54	20:09
*	SON	*28. Mär*	*5:41*	*7:11*	12:40	16:00	*19:51*	*19:56*	*21:11*
	MON	29. Mär	5:39	7:09	12:40	16:00	19:52	19:57	21:12
	DIE	30. Mär	5:37	7:07	12:40	16:00	19:54	19:59	21:14
	MIT	31. Mär	5:34	7:04	12:40	16:00	19:56	20:01	21:16

روزہ رکھنے کی دعا

وَبِصَوْمِ غَدٍ نَّوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ

روزہ کھولنے کی دعا

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ لَكَ صُمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلٰی رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ

Zeitunterschied in:	28.2.92 SA/SU	6.3.92 SA/SU	13.3.92 SA/SU	20.3.92 SA/SU
Aachen:	+12/+14	+12/+10	+9/-12	+11/+10
Berlin:	-15/-18	-17/-21	-18/-19	-19/-19
Bremen:	+4/-1	+2/-3	+1/-1	-1/-1
Dessau:	-12/-16	-13/-15	-14/-15	-14/-14
Dortmund:	+7/+7	+6/+3	+6/+5	+5/+4
Erfurt:	-8/-12	-9/-9	-10/-9	-9/-9
Hamburg:	-1/-9	-3/-8	-3/-6	-6/-5
Hannover:	-1/-3	-2/-7	-3/-5	-5/-4
Kassel:	-2/-4	-3/-4	-3/-4	-3/-3
Köln:	+8/+10	+8/+6	+7/+7	+7/+6
Leipzig:	-13/-16	-14/-15	-15/-15	-14/-15
Magdeburg:	-10/-14	-11/-13	-12/-13	-12/-12
Mannheim:	+2/+5	+0/+1	+1/+1	+1/0
München:	-14/-5	-13/-10	-12/-11	-12/-12
Nürnberg:	-10/-8	-11/-9	-10/-9	-10/-10
Stuttgart:	-3/+3	-3/-1	-2/-3	-2/-3

عیدالفطر انشاءاللہ تعالیٰ ۲۵ مارچ بروز جمعرات ہو گی

جماعتِ احمدیہ جرمنی کے پہلے یوم التبلیغ ۱۹۹۳ء کے موقعہ پر تبلیغی مساعی کے چند مناظر

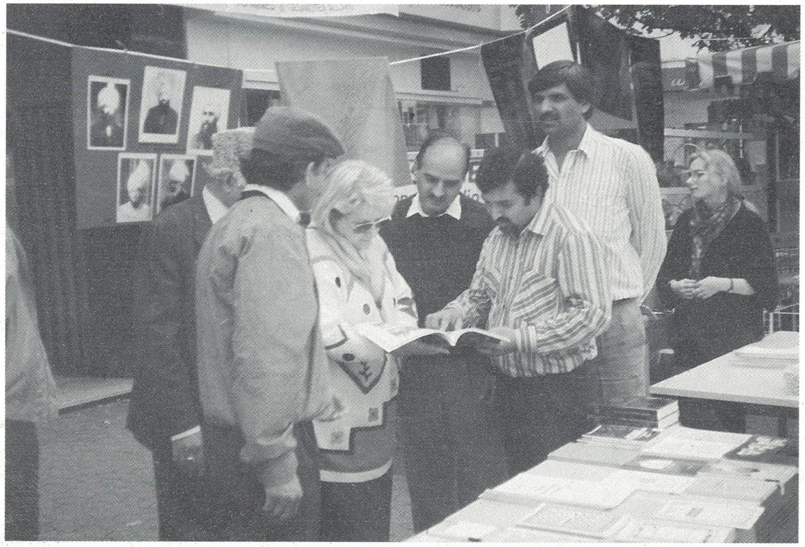

Herausgeber (Publisher): Falah-ud-Din Khan · Hanauer Landstr. 50 · 6000 Frankfurt am Main 1
Tel./Fax: (069) 4990658 · Telegr.-Adr.: »Islam« Frankfurt/M.